مقدمہ فتاوٰی عالمگیری

اردو

مترجم: ابوسعید محمد صادق مغل بن

حافظ القادری

(ناظم مجلس منتظمہ اشاعتِ فتاوٰی

عالمگیریہ۔ جہلم)



فہرست مضامین



۱- انتساب

اسلام کے اُن ماہرین اور محققین فقہائے کرامؒ کے نام

جنھوں نے خالق کائنات کی نازل کردہ آخری اور مکمل شریعت کے احکام و قوانین کی تفصیلات طے کرنے میں، اپنی محنتوں، کاوشوں، صلاحیتوں اور ریاضتوں کو صرف کرکے نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ عالمِ انسانیت کی خدمت کی تو خالقِ کائنات جلّ شانہ نے اپنے فرمان "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ (سورہ محمدؐ) یعنی اگر تم مدد کروگے اللہ تعالٰے (کے دین) کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا" کی رو سے، اور اپنے حبیب سرورِ کائنات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد، "وَمَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ" (بخاری و مسلم)

یعنی

"جس شخص سے اللہ تعالٰے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے فقہ یعنی دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں" کے مطابق، انھیں دنیا اور آخرت کی ہر خیر سے نوازا۔

اُن سب پر ہمارا اسلام ہو۔

نذورد

"فطرت کے مطابق ہے محمدؐ کی شریعت - انصاف مجسم بھی ہے اور خیر سراپا
اسلام کہ قانون کی ہے ہر دم ضرورت - جس دور سے بھی چاہے گذرتی رہے دُنیا
تعبیرِ مسائل کی، یہ اشباہ و نظائر - دنیا پہ ہے احسان گروہِ فقہا کا"

٭

ناظمِ مجلس

تاریخِ اشاعت نومبر ۱۹۸۳ء، مطبع - المکتبہ پریس لاہور، تعداد - ایک ہزار، ناشر - ناظم نشر و اشاعت مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ سہگل آباد، ضلع جہلم



۲- پیشِ لفظ

قارئین کرام :-

اِن مختصر معروضات میں گیارہویں صدی ہجری کے دوران عہد عالمگیری کے دو اہم کارناموں، ہمارے اسلاف کی دینی محنت، حضرت امام ابو حنیفہ رح اور اُن کا عہد مبارک، امام ابو حنیفہ رح کے عالی پایہ اساتذہ رح، آپکے مایۂ ناز تلامذہ، حنفی تحقیقات میں محنت، متانت، احتیاط اور شورائی طریق کار، حنفی تحقیقات کی جامعیت اور عظمت، حنفی تحقیقات کی ترقی و قبولیت پاک قوم کے لیے نعمت، عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی تحقیقات پر مشتمل فتاوی عالمگیری کی تدوین کا پس منظر، سلطانِ غازی، حافظِ قرآن، عالمِ دین، ابو المظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رح اور تدوین فتاویٰ کا اہتمام، مدوّنین فتاویٰ عالمگیری علمائے ربّانی کا مختصر تعارف، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں جماعتی محنت اور محتاط و متین طریقِ کار، فتاوی عالمگیری کی جامعیت، عظمت اور شانِ قبولیت، فتاویٰ عالمگیری کی اشاعت کے لیے قابلِ قدر مساعی اور خوب سے خوبتر کی ضرورت، معروضات ہذا کی مأخذ کتب اور فتاویٰ عالمگیری کی افادیت عام کرنے میں

"مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریۃ"

کی خدمات کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔

العـــــارض

ابو السعید محمّد صادق مغل بن حافظؒ القادری، فاضل مدرسہ عربیہ خیر المدارس، فاضل عربی، فاضل فارسی، فاضل اردو، صدر شعبہ عربی، اردو، اسلامیات ایس ایم ہائی سکول۔ سرپرست مدرسہ تبلیغ الاسلام سہگل آباد، خطیب جامع مسجد راشدیہ سہگل آباد۔ مؤلف جمہوریہ اسلامیہ کا مقدس یوم، تعارف فتاویٰ عالمگیری، گیارہویں صدی ہجری کا علمی شاہکار، مترجم و ناظم "مجلس منتظمہ اشاعت فتاوٰیِ عالمگیریہ"۔ المتوطن منیانہ موہڑہ۔ ڈاکخانہ فریال۔ضلع راولپنڈی۔ (حال) سہگل آباد۔ضلع جہلم، پاکستان۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین
وعلی آلہ واصحابہ وعلی عباد اللہ الصالحین، اجمعین آمین

۳۔ عہد عالمگیری کے دو اہم کارنامے

برادرانِ ملت:-

برصغیر ہند و پاک میں، جو کارہائے نمایاں سلف صالحین اور مسلم سلاطین نے سرانجام دیئے ہیں۔ اِن میں سے مغلیہ دور کے عہد عالمگیری کے دو کارنامے ایسے اہم ہیں کہ وہ ملتِ اسلامیہ کے لیے عموماً اور پاک قوم کے لیے خصوصاً، انتہائی قابلِ قدر اور موجبِ صد افتخار ہیں۔

اِن میں سے ایک کارنامہ بادشاہی مسجد لاہور کی تعمیر ہے جو فدائی خان کوکہؒ کی زیرِ نگرانی اُس دور میں کئی لاکھ کے مصارف سے تعمیر ہوئی۔ اور دوسرا اہم کارنامہ فتاوی عالمگیری کی تدوین کا علمی کارنامہ ہے۔ جو حضرت شیخ نظام الدین برہانپوریؒ کی زیرِ قیادت دو لاکھ کے مصارف سے مدوّن ہوا۔ اور اُس دور کے دو لاکھ کی مالیت کا اندازہ، اِس دور کی بعض اشیاءِ صرف کے نرخوں کے جائزہ سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عہد عالمگیری اور اِس سے ماقبل دور میں برصغیر کی بعض منڈیوں کے بھاؤ، مأثرِ عالمگیری وغیرہ میں یوں ملتے ہیں۔

کہ اُس زمانہ میں مرغی دو پیسہ، مکھن کٹک میں ایک آنہ کا آدھ سیر، مچھلی کارومنڈل میں ساڑھے تین آنہ کی دس سیر، بکری چار آنہ، چاول ڈھاکہ میں ایک روپیہ کے سات من اور شکر ایک روپیہ کی سات من، و اجناس دیگر بریں قیاس، بنا بریں اِس دور کے دو لاکھ روپیہ کی مالیت بقول بعض ماہرین آج کل کے بیس کروڑ سے بھی زیادہ قرار پاتے ہیں۔

آئیے فتاوی عالمگیری جیسے شاہکار اور شاندار علمی کارنامے اور اِس کے پسِ منظر میں، اپنے اسلاف کی دینی محنت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

۴۔ ہمارے اسلاف کی دینی محنت

تاریخ شاہد ہے کہ:۔

ہمارے اسلاف نے اسلام کا دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم کی حفاظت، اِس کی تبلیغ و ترویج اور نئے پیش آمدہ مسائل میں قرآن و سنّت و فقہ پر مبنی، تفصیلی احکام کی تحقیق کے لیے جو محنتیں، قربانیاں اور جانفشانیاں کام میں لائیں۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اور ایسی حیران کن ہیں کہ مؤرخین عالم، ہمارے اسلاف کے معجزانہ علمی کارناموں پر انگشت بدنداں ہیں۔

یہ ہمارے اسلاف کا طرّۂ امتیاز ہے۔ کہ اُن کی دینی محنت کے صدقہ میں، علم و عرفان کی ایسی قندیلیں روشن ہوئیں جو صدیاں گزرنے کے باوجود، پوری آب و تاب سے فروزاں ہیں۔ اور حالات کی کوئی آندھی یا انقلاباتِ عالم کا کوئی طوفان انہیں بجھا نہیں سکا۔

آج ہمارے اسلاف کا علمی ورثہ اتنا محفوظ ہے کہ اِس میں اسلام کے اصول و فروع، توحید و رسالت سے لیکر طہارت و نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، نکاح و وراثت، حدود و جنایات، تعزیرات اور معاملات غرضیکہ ایک مسلمان کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پیش آنے والے جملہ امور کے متعلق اسلام کی واضح ہدایات، جوں کی توں محفوظ ہیں۔ انسانوں کے حافظوں میں، اِن کے اعمال و کردار میں اور کاغذوں کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک انسانیت کی صلاح و فلاح کا یہ خدا ساختہ ضابطہ محفوظ رہے گا۔

آج ہم دینی محنت کے اِن مقدس کارکنوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جو خیر القرون سے لیکر ہر دَور میں اور ہر علاقہ میں، اپنی خداداد صلاحیتوں، قوتوں، اور کوششوں کو، اسلام کی اشاعت و سربلندی کے لیے صرف فرماتے رہے۔ جو اپنے مثالی کارناموں سے دنیا و آخرت کی سعادتیں اپنا مقدر بناتے رہے اور بعد والوں کی ضرورت اور سہولت کے لیے اپنے لافانی نقوش صفحہ ہستی پر ثبت کرتے رہے۔

اُن سب پر ہمارا سلام ہو۔

۵۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا عہدِ مبارک

سلف صالحین اور خادمانِ دین کے اِس مقدس طبقہ میں سے تابعینؒ کے دور میں، خیر القرون ہی کی ایک اہم شخصیت، حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تاریخی شخصیت ہے جن کی تعلیم و تربیت، علم و فضل، زہد و تقویٰ، حسنِ معاملت، علمی ذہانت اور دینی محنت ضرب المثل ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کا زمانہ، دوسرے کئی مشہور ائمہ کرامؒ کی نسبت، خیر القرون سے تعلق میں اوّلیت کا حامل ہے۔ آپ کا سنِ پیدائش ۸۰ھ ہے جبکہ حضرت امام مالکؒ کا سنِ پیدائش ۹۰ھ کے بعد حضرت امام شافعیؒ کا ۱۵۰ھ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ۱۶۴ھ ہے۔ اِس تقدم کی بنا پر آپ کو تقریباً بیس ۲۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پانے کا موقع ملا۔ آپ نے کم از کم چھ ۶ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور بقول بعض، بعض سے روایت بھی کی۔

آپ کے مبارک عہد میں علوم و معارف کے چار بڑے مرکز تھے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ اور کوفہ۔ کوفہ شہر ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے فاتح فارس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں آباد ہوُا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی صحبت سے فیض یافتہ گیارہ سو پچاس (۱۱۵۰) صحابہ رضی اللہ عنہم اِس شہر میں آباد ہوئے۔ جن میں سے چودہ ۱۴ غزوہ بدر کے مجاہد تھے۔ جب نامور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص اور صاحب علم صحابی تھے، اس شہر میں معلّم مقرر ہوئے تو کوفہ میں آپکے شاگرد چار ہزار سے زائد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو فرمایا "قد ملأت هذه القرية علما و فقها" یعنی آپ نے اس شہر کو علم فقہ سے بھر دیا ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ تو یہ شہر علم و حکمت اور تہذیب و تمدّن کا گہوارہ قرار پایا جہاں بڑے بڑے اہل علمؒ محدثینؒ اور نامور فقہاءؒ پیدا ہوئے۔ علوم و معارف کے اسی مرکز میں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے تعلیم و تربیت پائی۔

آپ نے کوفہ کے بہت سے شیوخ اور نامی گرامی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اور علم و دانش کے دیگر مراکز میں بھی حاضری دی اور فیضیاب ہوئے۔

۶۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے عالی پایہ

اساتذہ کرامؒ اور اہلِ علم کی نظر میں آپ کا مقام

(۱) حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ اور دیگر شہروں کے سینکڑوں اساتذہ سے علمی اکتساب کیا۔ جن میں سے بعض انتہائی شہرت کے حامل ہیں۔

۱۔ حضرت حماد بن مُسلم رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت حماد بن مسلم کوفی (م ۱۲۰ھ) امام ابو حنیفہؒ کے عالی پایہ اساتذہ میں سے تھے۔ جنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا۔ نیز حضرت حمادؒ نے حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے، انہوں نے حضرت علقمہؒ (م ۶۲ھ) سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) سے علم حاصل کیا اور اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کا علمی سلسلہ حضرت امام ابو حنیفہؒ تک پہنچا۔

۲۔ حضرت عطار بن رباح مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ایک استاد حضرت عطا بن رباحؒ مکی (م ۱۱۴ھ) تھے جنہوں نے دو سو ۲۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضری دی۔ بڑے بڑے مجتہد صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے علم وفضل کے معترف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ عطار بن رباحؒ کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ حج کے ایام میں منادی کرا دی جاتی تھی۔ کہ حضرت عطار بن رباحؒ کے سوا کوئی شخص فتویٰ نہ دے۔

۳۔ حضرت سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ایک استاد حضرت سماک بن حربؒ تھے جنہوں نے اسّی ۸۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ کے متعلق ابن سعدؒ کا قول ہے۔ کہ اُن کے پاس حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے۔ کہ سماک بن حربؒ نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی۔

۴۔ حضرت ابو اسحاق سبعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ایک استاد حضرت ابو اسحٰق سبعیؒ (م ۱۲۴ھ) تھے۔ آپ نے اڑتیس ۳۸ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں حاصل کیں۔ امام بخاریؒ کے استاد حضرت علی بن المدینیؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابو اسحٰق سبعیؒ نے تین سو سے زائد اساتذہ سے حدیثیں جمع کی ہیں۔

۵۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ایک استاد حضرت شعبہؒ تھے جن کے متعلق امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عراق میں حضرت شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ امام بخاریؒ کے

استاد یحییٰ بن معین رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ امام ابو حنیفہ رح کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے متعلق اِسی قدر کافی ہے کہ حضرت شعبہ رح نے انہیں حدیث و روایت کی اجازت دے رکھی تھی اور شعبہ رح آخر شعبہ رح ہیں۔

۶۔ حضرت ہشام بن عروہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے ایک استاد حضرت ہشام بن عروہ مدنی رح (م ۱۴۶ھ) تھے۔ جنہیں حضرت ابو حاتم رح، امام الحدیث کہا کرتے تھے۔ اور جن کے شاگردوں میں امام مالک رح، سفیان ثوری رح اور سفیان بن عیینہ رح وغیرہ ہیں۔ حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

۷۔ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے ایک استاد حضرت شعبی رح تھے۔ جن کے متعلق امام زُہری رح فرمایا کرتے تھے۔ کہ اِس دور کے علماء میں چار علماء کا درجہ بہت اونچا ہے۔ اور اِن میں سے ایک امام الفقہ حضرت شعبی رح محدث ہیں۔ آپ حضرت ابوھریرہ، حضرت جابر، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے خاص شاگرد تھے۔ اور آپ نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی۔ ابو بکر ہذلی رح کہتے ہیں کہ مجھے ابن سیرین رح نے فرمایا۔ کہ شعبی رح کے حلقہ درس کو لازم پکڑو۔ میں نے دیکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے۔ پھر بھی لوگ اِن سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔

۸۔ حضرت عکرمہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے ایک استاد حضرت عکرمہ مدنی رح (م ۱۰۵ھ) تھے۔ جن کے متعلق حضرت شعبی رح فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے دور میں حضرت عکرمہ رح سے بڑھ کر مفسر کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت سعید بن جبیر رح تابعی سے کسی نے پوچھا کہ آج کل آپ سے بڑھ کر عالم کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عکرمہ رح ہیں۔ حضرت عکرمہ رح نے اپنے آقا حضرت عبد اللہ بن عباس رض نیز حضرت عائشہ، عقبہ بن عامر، ابو سعید خدری، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا۔

۹۔ حضرت قتادہ بصری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے ایک استاد حضرت قتادہ بصری رح (م ۱۱۸ھ) تھے جن کا حافظہ اتنی قوی تھا۔ کہ لوگ آپ کو احفظ الناس کہا کرتے تھے۔

۱۰۔ حضرت محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کے ایک استاد حضرت محارب بن دثار رح تھے۔ جن کے متعلق سفیان ثوری رح فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے اپنی زندگی میں اِن سے بڑھ کر زاہد کوئی نہیں دیکھا۔

نیز امام ابو حنیفہ رح نے حضرت عبد اللہ بن عمر رض کے بیٹے اور شاگرد حضرت سالم[11] مدنی رح سے، ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام حضرت سلمان[12] رح سے، امام الحفاظ حضرت امام زہری[13] رح، عمر بن دینار[14] مکی رح، حضرت سلمہ[15] بن کہیل رح، حضرت عون بن[16] عبد اللہ رح، حضرت عبد الکریم[17] بن امیہ رح

حضرت شیبان[18] بن عبدالرحمٰن بصریؒ، حضرت مکحول[19] شامیؒ، حضرت منصور[20] زاذانؒ، حضرت امام اوزاعیؒ[21]، حضرت ربیعۃ[22] الرائیؒ، حضرت طاؤس[23] بن کیسانؒ یمنی، حضرت ابو بیر محمد بن[24] مسلم مکیؒ اور حضرت[25] عاصم بن سلیمانؒ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں امام ابو حنیفہ نے حضرت امام باقرؒ بن زین العابدینؒ بن حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حاضری دی تو اس دوران ایک مکالمہ میں حضرت امام باقرؒ آپ سے اِتنے خوش ہوئے کہ اُٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔ امام ابو حنیفہؒ نے امام جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ سے بھی فیضِ صحبت اُٹھایا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس دور کی ضرورت کے مطابق جن اساتذہ کی خدمت میں حاضری دی۔ بعض اہلِ علم نے ان تابعینؒ وغیر تابعینؒ اساتذہ کی تعداد ہزاروں تک بیان کی ہے۔ آپ کے چھہتر[26] مشہور اساتذہ کی فہرست "کتاب امام اعظم" میں مذکور ہے۔

(ب) حضرت امام ابو حنیفہؒ کی روایت کردہ حدیثیں بظاہر آپ کے علم واطلاع کی نسبت کم ہیں۔ جیساکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیثیں، اُن کے عظیم علم واطلاع کے باوجود ان سے نسبتاً صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیثوں سے کم ہیں۔ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی روایت کردہ حدیثیں، حضرت ابوزرعہؒ اور ابن معینؒ کی روایت کردہ حدیثوں سے کم ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو غایت احتیاط ہے۔ امام ابو حنیفہؒ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے منسوب کر کے حدیث روایت کرنے میں غایت درجہ محتاط تھے رد المحتار میں آپ کا یہ قول منقول ہے کہ "لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما یحفظہ یوم سمعہ الی یوم یحدث بہ۔ الخ"، یعنی آدمی کو حدیث تب روایت کرنی چاہیے کہ وہ حدیث، سننے سے لے کر اس کے روایت کرنے کے دن تک اسے حفظ ہو"۔ اور لکھا ہے کہ اسی لئے ابن حجرؒ نے خیرات الحسان میں اور خطیبؒ نے اسرائیل بن یونسؒ سے روایت کیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ بڑے سخت[1] محتاط تھے۔ صرف وہی حدیث لیتے جو ثقہ راویوں سے مروی ہو اور مدخل فی اصول الحدیث میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں حدیث کی روایت تب جائز ہے کہ محدِّث سے بالمشافہہ حدیث سنے اور سیرت النعمان میں ہے کہ روایت بالمعنی بعض کے ہاں جائز تھی اور بعض کے ہاں جائز نہ تھی اِس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اگر کسی صحابی کی روایت سے انکار کیا جاتا تھا تو وہ اسی بناپر تھا ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم ثقہ تھے اور ان کی روایت بھی متصل قرار پاتی تھی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ روایت بالمعنی کو صحابہؓ اور تابعینؒ تک محدود رکھتے تھے اور بعد والوں کے لیے روایت بالالفاظ کی قید لگاتے کیوں کہ عین ممکن ہے کہ ایک روایت متصل ہو اس کا راوی بھی ثقہ ہو مگر یہ بحث باقی ہے کہ راوی نے ادائے مطلب کیوں کر کیا ہے ملخصاً تاہم امام ابو حنیفہؒ کی املائی کُتب یعنی دوسروں کو لکھائی ہوئی کتب میں ستر ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو اِن محدثینؒ میں شمار کیا ہے جو حافظ الحدیث تھے اور اصطلاح محدثین میں حافظ الحدیث اِس شیخ الحدیث کو کہتے ہیں جس کے پاس ایک لاکھ کے قریب حدیثیں محفوظ ہوں۔ امام صدر الائمہ مکیؒ نے امام حسن بن زیادؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے دو ہزار حدیثیں اپنے استاد شیخ حمادؒ سے اور دو ہزار حدیثیں دوسرے شیوخ سے روایت کی ہیں۔

[1] چنانچہ مقدمہ ابن خلدون اردو ج ۲ صفحہ ۳۹۵، صفحہ ۳۹۶ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کے بڑے مجتہد تھے لوگ آپکے مذہب پر بھروسہ کرتے ہیں اور لکھا ہے کہ آپ سے روایتیں محض اسلئے کم ہیں کہ آپ شروطِ تحمل روایت میں بہت سخت تھے اور لکھا ہے کہ اسکے برعکس دوسرے محدثین کرامؒ نے تحمل حدیث کی شرطیں ہلکی کر دیں اسلئے انہیں بہت سی حدیثوں کی روایت کا [illegible]

[illegible]

۲۔ نیز امام ابو حنیفہؒ فقہ کے اشتغال کی وجہ سے بھی کتب احادیث میں آپ کی روایت کردہ حدیثوں کا ظہور خارج میں کم ہے اِس لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں احادیث کی سند اور متن کی حفاظت میں تو محدثینؒ کی خدمات اہم ہیں ۔ اور اِن احادیث کے معانی و مطالب کے استنباط میں فقہاء کی خدمات اہم ہیں ۔ اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ جیسے حجۃ الحدیث جن کے پاس لاکھوں حدیثیں محفوظ تھیں مگر جب آپ کو کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو فرماتے کہ فقیہ ابو ثور (م ۲۴۰ھ) سے دریافت کرو اور اسی سلسلہ میں علامہ الخطیبؒ اور امام سبکیؒ کا نقل کردہ ایک واقعہ ملاحظہ ہو ۔

محدثین کرامؒ کی ایک جماعت تشریف فرما تھی ۔ جس میں حضرت یحییٰ بن معینؒ، ابو خیثمہؒ، زہیر بن حربؒ اور خلف بن سالمؒ وغیرہ محدثین جمع تھے ۔ اتنے میں ایک عورت ایک مسئلہ کا جواب پوچھنے آئی ۔ اِس نے دریافت کیا کہ میں مُردے نہلانے والی عورت ہوں ۔ کیا کوئی عورت اپنے عذر کے دنوں میں مُردے نہلا سکتی ہے ؟ اِس سوال کے جواب میں وہ پوری جماعت خاموش رہی ۔ وہ اِس کا جواب سوچتے رہے ۔ اور ایک دوسرے سے جواب کا انتظار کرتے رہے ۔ کہ اتنے میں فقیہ حضرت وکیعؒ کے شاگرد فقیہ ابو ثورؒ بغدادی (م ۲۴۰ھ) سامنے سے نکلے تو اِن محدثین کرامؒ نے اِس عورت سے کہا ۔ کہ یہ مسئلہ، اِس آنے والے شخص سے دریافت کرو ۔ عورت نے وہی سوال اُن سے کیا ۔ تو آپ نے فرمایا " ہاں "، عورت ایام عذر میں ہو تو غسل دے سکتی ہے ۔ اِس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا تھا جس کا مطلب یہ تھا ۔ کہ تیرے ہاتھ میں تو وہ عذر نہیں ہے ۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عذر کے دنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں ۔ پانی ڈالتیں اور مانگ نکالا کرتی تھیں ۔ پس جب اِس حالت میں زندہ آدمی کے سر پر پانی ڈالا جا سکتا ہے اور اِس کو ہاتھ لگایا جا سکتا ہے تو مُردہ آدمی کو کیوں ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا ۔ اور اسے غسل کیوں نہیں دیا جا سکتا ۔ جب محدثینؒ کی اِس جماعت نے فقیہ ابو ثورؒ کا فتویٰ سُنا تو انہوں نے فقیہ ابو ثورؒ کی بیان کردہ حدیثوں کی سندیں بیان کیں ۔ اِن کے مختلف طرق اور اُن کے طویل سلسلے بیان کئے ۔ کہ یہ حدیثیں فلاں فلاں سند سے بھی مروی ہیں ۔ اِن کے راوی فلاں فلاں بھی ہیں ۔ اِس کے الفاظ اِس طرح بھی ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ تو مسئلہ دریافت کرنے والی اس عورت نے اُن سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا کہ " واین کنتم الی الآن " یعنی تم اب تک کہاں تھے ۔ چنانچہ الموفق میں ہے کہ شیخ الاسلام محدث سلیمان بن مہران الاعمش (م ۱۴۸ھ) فرمایا کرتے تھے ۔ کہ یا معشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیادلۃ "، یعنی اے گروہ فقہاءؒ تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدثینؒ پنساری ۔ یعنی قیمتی جڑی بوٹیوں اور مفرد ادویہ کا ذخیرہ تو ہمارے پاس ہے مگر کسی دوا کی تیاری، اِس کی مقدار اور استعمال ایک طبیب بہتر جانتا ہے ۔ اِس لیے حضرت وکیع بن الجراحؒ محدث فرمایا کرتے تھے کہ " حدیث یتداولها الفقہاء خیر من ان یتداولها الشیوخ " ۔ الخ " یعنی فقہاء کرامؒ کے ہاں متداول حدیث، شیوخ کے ہاں متداول حدیث سے بھی زیادہ بہتر ہے ، امام بخاریؒ کے مایہ ناز شاگرد محدث امام ابو علیٰی محمد بن علیٰی بن سورۃ بن موسیٰؒ (م ۲۷۹ھ) جن کی تالیف مجموعہ احادیث " جامع الترمذی " کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے آپ نے ایک حدیث کے مطالب و معانی میں تحقیق فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

"وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم لمعانی الاحادیث - الخ "یعنی اِس حدیث کے مفہوم کے متعلق فقہاء کرامؒ نے یوں ہی بیان کیا ہے - اور فقہاء کرامؒ احادیث کے مفہوم و مطالب کو زیادہ بہتر جاننے والے ہیں -

حضرت امام ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر فقہی علوم و معارف سے نوازا اِس سے فقہی کتب بھری پڑی ہیں - آپ کی فقہی ذہانت و فطانت اور دیانت کے واقعات سے صرف یہ ایک واقعہ ملاحظہ ہو کہ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلےٰؒ کوفہ میں منصب قضا پر تیس ۳۰ برس تک فائز رہے - بعض اوقات حضرت امام ابو حنیفہؒ بطور اظہار حق، انکے فیصلوں میں اصلاح طلب امور کی نشاندہی فرمادیتے تھے - مذکورہ قاضی صاحب مسجد میں فیصلے کرتے تھے - ایک دن قاضی صاحب مجلس قضاء سے فارغ ہوکر اُٹھے تو جاتے ہوئے راستہ میں دیکھا کہ ایک عورت کسی شخص سے لڑ جھگڑ رہی ہے - اور آپ نے سنا کہ اِس عورت نے اسے یوں گالی دی - کہ "یا ابن الزانیین" یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے - قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس عورت کو گرفتار کر لیا جائے - اب واپس لوٹے، مسجد میں تشریف لائے - اور فیصلہ دیا کہ اِس عورت کو کھڑا کر کے حد قذف لگائی جائے - اور اسے دو حدوں کے دُرّے مارے جائیں - حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اِس واقعہ کی اطلاع پائی تو فرمایا - کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں چھ غلطیاں کیں - اوّل ۱ یہ کہ انھوں نے مجلس قضاء سے فارغ ہونے اور اُٹھ جانے کے بعد فیصلہ دیا - دوم یہ کہ مسجد کے اندر حد جاری کی حالانکہ مسجد میں حد جاری کرنا ممنوع ہے - سوم ۳ یہ کہ عورت کو کھڑا کر کے حد لگائی حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد لگانے کا حکم ہے - چہارم یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں لگانے کا حکم دیا حالانکہ ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم ہونی چاہیے تھی - پنجم ۵ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں اکٹھی لگائیں اگر بالفرض کسی پر دو حدیں لازم بھی ہوں تو ایک ساتھ نفاذ کی بجائے اس پر ایک حد کے اثرات ختم ہونے کے بعد دوسری حد لگائی جاتی ہے - ششم ۶ یہ کہ حد قذف میں مقذوف کی طرف سے قاذف پر دعویٰ شرط ہے - اور مذکورہ صورت میں جب مقذوف شخص یعنی جسے وہ گالی دی گئی تھی اِس نے حد قذف کے لیے دعویٰ اور مطالبہ ہی نہیں کیا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا کیا اختیار تھا وغیرہ - جب قاضی ابن ابی لیلےٰؒ کو امام صاحب کی تنقید کی اطلاع ملی تو سخت برہم ہوئے - اور گورنر کوفہ سے جا کر شکایت کر دی - کہ امام ابو حنیفہؒ کے فتووں نے مجھے تنگ کر رکھا ہے - چنانچہ گورنر نے حکم بھیج دیا کہ " امام ابو حنیفہؒ فتویٰ نہ دیا کریں " امام صاحب اگرچہ حق کے خلاف کسی حکم کی پرواہ نہ فرماتے تھے - مگر چونکہ فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور کوفہ میں کئی اور علماء موجود تھے اِس لیے حاکم وقت کے حکم کی تعمیل فرمائی - حتیٰ کہ ایک دفعہ اپنے گھر میں بیٹھے آپ کی بیٹی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ آج روزہ سے ہوں - دانت سے خون نکلا اور تھوک میں مل کر حلق سے اُتر گیا - تو اس صورت میں اس روزے کے متعلق کیا حکم ہوگا - تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا - جانِ پدر اپنے بھائی حمادؒ سے اس کا حکم پوچھ لو - میں تو فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہوں - مورخ ابن خلکانؒ نے اِس واقعہ پر لکھا ہے کہ اطاعتِ حکم اور امانت کی مثال اِس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے - گو بعد میں گورنر صاحبؒ کو بعض فقہی مشکل مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف رجوع کرنے کا احتیاج ہوا - تو امام صاحب کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی گئی -

۳ - فقہی تحقیق میں امام ابو حنیفہؒ کی استعداد اور آپ کی امتیازی حیثیت کے بارے میں بڑے بڑے نامور

اہل علمؒ، فقہاءؒ اور محدثینؒ نے اعتراف کیا ہے۔

حضرت امام باقرؒ کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ فقہ میں اپنے شہر کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ حضرت عاصم بن علیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر (اس دور میں) آدھی دنیا کی عقل ایک پلڑے میں اور امام ابو حنیفہؒ کی عقل دوسرے پلڑے میں رکھدی جائے۔ تو امام ابو حنیفہؒ والا پلڑا بھاری رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں تھا۔ کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ امام مالکؒ نے آپ کی بہت تعظیم بجالائی۔ برابر بٹھایا۔ اور اُن کے جانے کے بعد فرمایا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ عراقی ہیں۔ جو اگر اِس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس ایک صاحب آئے۔ اور کہا کہ میں ابو حنیفہؒ سے مل کر آیا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تو اُس ہستی سے مل کر آیا ہے جو موجودہ دنیا کے عبادت گذاروں میں سے سب سے زیادہ عبادت گذار ہیں۔ آپ کی فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ عبادات میں راتیں رو رو کر کاٹ دیتے۔ چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ پچپن ۵۵ حج کیے اور رمضان شریف میں ایک ختم قرآن مجید دن کو، ایک رات کو، اور ایک تراویح میں مکمل فرماتے۔ آپ کا حلم و تحمل اس درجہ پر تھا کہ ایک خارجی نے آپ کو بُرا بھلا کہا۔ گالیاں دیں اور زندیق کہا تو آپ نے جواب میں یہی فرمایا کہ غفر اللہ ھو یعلم فی خلاف ما تقول "یعنی اللہ تعالےٰ معاف فرمائے تُو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ بات مجھ میں نہیں ہے۔ ایک نابنجار نے آپ کے حلقہ درس میں بر سرِ مجلس آپ کے متعلق نازیبا الفاظ کہے آپ نے کچھ اثر نہ لیا اس نے موشگافیاں، جاری رکھیں تو آپ نے ساتھیوں کو بھی اِس کی طرف متوجہ ہونے سے منع فرمادیا اور حسبِ معمول درس و تدریس میں مشغول رہے حتیٰ کہ جب درس کا وقت ختم ہوا اور آپ اُٹھ کر گھر جانے لگے تو وہ شخص بکواسات کرتا ہوا ساتھ ہولیا اور راستہ میں بھی اپنی خرافات جاری رکھیں جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو رُکے اور فرمایا "میرے بھائی یہ میرا گھر ہے اگر کچھ کہنا باقی رہ گیا ہو تو اسے بھی کہہ ڈالو میں اندر سے سنتا رہوں گا"

حضرت سفیانؒ ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کی تحقیقات پر مشتمل کتاب "الرھن" مطالعہ کرنے کے بعد کہہ رہے تھے کہ کاش آپ کی سب تحقیقات میرے پاس ہوتیں۔ الخطیبؒ نے بحوالہ الربیعؒ لکھا ہے کہ میں نے حضرت امام شافعیؒ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بعد فقہ میں تمام لوگ آپ کے عیال ہیں۔ اور فرماتے کہ جو شخص فقہ کی معرفت چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو اور فرمایا کہ بخدا مجھے علم فقہ میں جو کچھ حاصل ہوا ہے۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے عظیم شاگرد حضرت امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتابوں کے ذریعے، حاصل ہوا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ صاحب علم، نیک، پرہیزگار اور آخرت کے لیے ایثار کرنے والے تھے۔ آپ علم و فضل کے اس مقام پر تھے۔ کہ آپ کے بعد اس مقام پر کوئی نہ پہنچا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے کہ ائمہ میں سے اقتدار کے لیے امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ آپ نہایت متقی، پرہیزگار، عبادت گذار، عالم ربانی اور عظیم فقیہ تھے۔ اپنے نور بصیرت، ذکاوت اور فطانت سے جس طرح کشفِ علم فرمایا دوسرے ائمہ میں اِس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ درمختار ورد المحتار میں امام ابو حنیفہؒ کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے۔ کہ حاصل الکلام یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں امام ابو حنیفہؒ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے بعض ارشادات میں سے اشارہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم میں بروایت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ یوں حدیث مروی ہے۔ کہ "لوکان الدین معلقا بالثریا لتناوله رجل من فارس"۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر دین کی بات ثریّا ستاروں کے پاس معلق ہو تب بھی فارس کا ایک آدمی اسے حاصل کرلے گا (الحدیث) چنانچہ ردالمحتار میں ہے کہ (دینی علم کے مشاہیر میں) حضرت امام ابو حنیفہ کے جد، فارس کے تھے۔ اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں۔ کہ شیخان یعنی بخاری و مسلم کی روایت کردہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے متعلق معتمد علیہ اشارہ ہے۔

کتاب امام اعظمؒ میں ہے کہ ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ "فقہ حاصل کرنے میں کیا چیز معین و مددگار ثابت ہوسکتی ہے" تو فرمایا کہ "دلجمعی"، اس نے عرض کیا کہ "دلجمعی کیونکر حاصل ہوسکتی ہے"، تو فرمایا کہ "تعلقات کم کئے جائیں" اس نے عرض کیا کہ "تعلقات کیونکر کم ہوسکتے ہیں"، فرمایا کہ "انسان صرف ضروری چیزیں لے اور غیر ضروری چھوڑ دے"، ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ علم فقہ سے آپ کیونکر مستفیض ہوئے فرمایا کہ "ما بخلت بالا فادة وما استنکفت عن الا ستفادہ"، یعنی میں نے علم پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور علم حاصل کرنے میں کبھی پہلو تہی کرنے سے کام نہیں لیا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "جو شخص علم دین میں گفتگو کرے اور اسے یہ خیال نہ ہو کہ اس سے ان باتوں کی بازپرس ہوگی تو اس نے مذہب اور خود اپنے نفس کی قدر نہیں پہچانی"۔ ایک دفعہ فرمایا کہ "اہل بدعت سے بچتے رہو اور اس کی پرواہ نہ کرنا کہ وہ جاہ و حکومت رکھتا ہے"۔ ایک دفعہ فرمایا کہ "دین کے علماء (حق) اگر خدا کے دوست نہیں ہیں تو اس عالم میں خدا کا دوست اور کون ہوسکتا ہے"۔

جب عباسی خلفاء امام صاحبؒ کے درپے آزار ہوگئے کیونکہ انہیں شبہ تھا کہ بنو ہاشم اور علویوں میں سے محمد نفس ذکیہ شہیدؒ اور ابراہیم شہیدؒ نے جب علم خلافت بلند کیا تھا۔ تو امام ابوحنیفہؒ کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں چنانچہ ۱۴۶ھ میں عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضا قبول نہ کرنے کا بہانہ بنا کر جیل بھیج دیا۔

آپؒ نے قیدخانہ میں بھی درس و تدریس جاری رکھا۔ امام محمدؒ نے بھی آپ سے قیدخانہ میں تعلیم پائی۔ امام صاحبؒ کی شہرت جو پہلے ہی دور دراز تک پھیل چکی تھی قید کر دینے سے اس میں اور اضافہ ہوگیا۔ حکومت آپ سے اندیشہ محسوس کرتی تھی۔ اور بقول بعض بالآخر آپ کو زہر دے دیا گیا۔ آپ کا جنازہ جیل سے نکلا تو قاضی حسن بن عمارہؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کہا کہ آپ اس دور کے بڑے فقیہ، عابد اور زاہد تھے۔ بیس برس روزہ دار رہے۔ چالیس سال تک رات کو آرام نہیں کیا۔ لوگوں کی کثیر حاضری سے اس دن چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ خیزران کے مقبرہ کے مشرقی جانب آپ کی وصیت کے بموجب قبر بنی کیونکہ وہ جگہ آپ کے خیال میں مغصوبہ جگہ نہ تھی۔ عصر کے قریب تدفین ہوئی اور بعد میں لوگ بیس دن تک آپ کی قبر پر جنازہ پڑھتے رہے۔ ۴۵۹ھ میں سلطان الپ ارسلان رحؒ نے باہتمام ابوسعید شرف الملکؒ آپ کی قبر پر قبہ بنوا دیا اور ساتھ ہی ایک مدرسہ بنوایا جس کا نام مشہد ابی حنیفہؒ قرار پایا جسے بغداد کا پہلا باقاعدہ اسلامی مدرسہ کہا جاسکتا ہے اس لیے کہ مدرسہ نظامیہ جسے اسلامی باقاعدہ مدارس کا باوا آدم کہا جاتا ہے سامیں اسی سال مگر اس مدرسہ کے بعد تدریس شروع ہوئی جب ابن بطوطہ عباسیوں کے آخری دور میں وہاں گیا تو اس نے لکھا کہ اس وقت بغداد میں مشہد ابی حنیفہؒ کے سوا کوئی زاویہ ایسا موجود نہیں ہے جہاں مسافروں کو کھانا ملتا ہو۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نسبی اولاد حضرت حماد ۱۷۲ھ

ہیں ۔ جن کے چار بیٹے تھے عمرؒ، اسمٰعیلؒ، ابو حبانؒ اور عثمانؒ ان میں سے اسمٰعیلؒ، مامون الرشید کے عہد میں عہدہ قضا پر مامور رہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی معنوی اولاد تو ساری دنیا میں پھیلی پڑی ہے ۔

۷۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مایہ ناز تلامذہؒ عظام اور انکی علمی حیثیت

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مایہ ناز شاگردوں کی تعداد بھی منفرد حیثیت رکھتی ہے جن میں سے بعض زیادہ مشہور یہ ہیں ۔

۱۔ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ۔

حضرت امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) امام ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت سعد انصاریؓ ہیں ۔ آپ نے حضرت اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، سلیمان تیمیؒ، ابو اسحاق شیبانیؒ اور یحییٰ بن سعید الانصاریؒ سے بھی علم حدیث حاصل کیا ۔ محمد اسحاقؒ سے مغازی و سیر اور محمد بن ابی لیلےٰ سے مسائل سیکھے ۔ بقول ابن عبد البرؒ ایک مجلس میں ساٹھ حدیثیں سُنکر یاد کر لیتے تھے ۔ مورخ ابن خلکانؒ نے بلال بن یحییٰؒ کا قول نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ تفسیر، مغازی اور ایام العرب کے ماہر تھے ۔ اور حفاظ الحدیث میں شمار کئے جاتے تھے یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں ۔ محدث حضرت اعمشؒ نے آپ سے کسی مسئلہ کی دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایا اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو آپ نے فلاں موقع پر مجھ سے بیان فرمائی تھی ۔ تو حضرت اعمشؒ نے دلیل سمجھنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے ۔ جبکہ آپ کے والد ماجد کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا ۔ مگر اس کا پورا مطلب آج سمجھ میں آیا ہے ۔ امام ابو یوسفؒ خلیفہ مہدی و ہادی کے عہد میں قاضی اور ہارون الرشید کے عہد میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس رہے ۔ آپ کی تصنیف کتاب الخراج دستیاب ہے جس میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اے امیر المؤمنین اگر تو مسلمانوں کی فریاد رسی کبھی کبھی دربار عام میں کرتا اور عمال حکومت اور صوبہ داروں کو اس کی خبر پہنچتی تو وہ ظلم کی جرأت نہ کرتے ۔

۲۔ حضرت امام محمد بن الحسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۔

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) بھی امام ابو حنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے ۔ اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو سمجھے جاتے ہیں ۔ آپ نے حضرت مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ، مالک بن دینارؒ اور امام اوزاعیؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں ۔ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے بھی حدیثیں پڑھیں ۔ فقہ حنفی کی کتب الاصول جن میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے رفقاء کی تحقیقات جمع ہیں ۔ زیادہ تر آپ کی تحریر شدہ ہیں ۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کا فضل و کمال سُنا ۔ تو آپ کو قضا کا منصب سونپا ۔ ۱۷۵ھ میں یحییٰ علویؒ کا ساز و سامان دیکھ کر ہارون الرشید نے اس سے صلح کر لی ۔ اس صلحنامہ پر فقہاء اور محدثینؒ کے دستخط بھی تھے بعد میں ہارون الرشید نے نقض عہد کرنا چاہا ۔ بعض درباری علماء نے ہارون الرشید کے خوف سے فتویٰ دے دیا کہ موجودہ صورت میں نقض عہد جائز ہے مگر امام محمدؒ نے اعلانیہ مخالفت کی ۔ اور آخر دم تک اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے ۔ امام محمدؒ کی جن کتب کے ساتھ کبیر لکھا ہے ۔ ان میں امام ابو حنیفہؒ کی وہ تحقیقات درج ہیں ۔ جو امام محمدؒ تک امام ابو حنیفہؒ سے بلاواسطہ پہنچی ہیں ۔ اور آپ کی جن کتب کے ساتھ صغیر لکھا ہے ۔ ان میں امام ابو حنیفہ کی وہ

تحقیقات درج ہیں جو امام محمدؒ تک امام ابو یوسفؒ کی وساطت سے پہنچی ہیں۔ فقہ حنفی کا زیادہ تر ذخیرہ آپکی تالیفات میں ہے کتاب کشکول میں بحوالہ سیرت محمد بن حسن شیبانیؒ لکھا ہے کہ امام اعظمؒ کے شاگرد امام محمدؒ کی کتاب "المبسوط" کو ایک یہودی عالم نے دیکھا تو اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کرلیا اس کا کہنا تھا کہ "ھذا کتاب محمد کم الاصغر فکیف بکتاب محمد کم الاکبر" یعنی یہ تمہارے چھوٹے محمدؒ (یعنی محمد بن حسن شیبانیؒ) کی کتاب ہے تو تمہارے بڑے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی (لائی ہوئی) کتاب کا کیا مقام ہوگا۔ "رے" کے سفر میں جب امام محمدؒ اور کسائی نحویؒ کی وفات ہوگئی تو ہارون الرشید کو سخت صدمہ پہنچا اور کہا کہ "آج ہم فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر آئے" درمختار مع ردالمحتار میں حضرت اسماعیل بن ابی رجاءؒ کا قول منقول ہے کہ میں نے امام محمدؒ کو (انکی وفات کے بعد) خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟" آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ اگر میرا ارادہ تجھے عذاب دینے کا ہوتا تو تجھے یہ علم فقہ نہ عطا کرتا۔ میں نے یہ عرض کیا کہ امام ابو یوسفؒ کہاں ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ مجھ سے دو درجہ اوپر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ؟ تو فرمایا کہ وہ اعلیٰ علیین میں ہیں" اھ۔

۳۔ حضرت امام ذفر رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام ذفرؒ (م ۱۵۸ھ) امام ابو حنیفہؒ کے چوٹی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ عربی النسل تھے پہلے حدیث میں محنت کی پھر فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ساری عمر یہی مشغلہ رہا۔ فقہ میں آپ کا مرتبہ امام محمدؒ سے بھی اونچا مانا جاتا ہے۔ آپ کو فن قیاس میں نہایت کمال حاصل تھا۔ فن جرح و تعدیل کے امام حضرت یحیٰی بن معینؒ کا قول ہے۔ کہ "ذفرؒ صاحب الرائے ثقہ اور مامون ہیں"۔

۴۔ حضرت یحیٰی بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت یحیٰی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے بہت بڑے محدث تھے امام ذہبیؒ کا قول ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے فن اسماء الرجال میں لکھا۔ اور ان کے شاگرد یحیٰی بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، عمرو بن علی الفلاسؒ اور ابو خیثمہؒ نے اس فن میں گفتگو کی۔ اور پھر ان کے شاگردوں میں سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس فن میں اضافہ کیا۔ حضرت یحیٰی بن سعید القطانؒ، امام ابو حنیفہؒ کے درس میں شریک ہوتے اور آپ کی شاگردی پر فخر کرتے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ "وکان یحیی القطانؒ یفتی بقولہ" یعنی یحیٰی القطانؒ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ محدث، فقیہ، ادب اور نحو کے ماہر، صاحب تقویٰ، صاحب تصانیف اور فصیح اللسان تھے۔ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن المبارکؒ وہ امام ہیں جن کی امامت اور جلالت پر بالعموم ہر بات میں اجماع کیا گیا ہے۔ جن کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جن کی محبت سے مغفرت کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ محدثینؒ آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ کسی نے انہیں کہا کہ یا عالم الشرق۔ یعنی اے مشرقی دنیا کے عالم ربّانی۔ تو امام ثوریؒ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ "یا عالم الشرق والغرب"۔ یعنی اے مشرقی اور مغربی دنیا کے عالم ربّانی۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی شخص حدیث کی تحصیل میں آپ سے بڑھ نہ سکا۔ خود

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے تھے۔ کہ میں نے چار ہزار شیخ الحدیث تک حاضری دی۔ اور ایک ہزار سے روایت کی۔ صحیح بخاری و مسلم میں آپ کی سینکڑوں روایات مروی ہیں۔ جس زمانہ میں ہارون الرشید رقہ گیا ہوا تھا۔ آپ بھی رقہ تشریف لے گئے۔ تو زیارت کے لیے لوگ اس طرح دوڑ دوڑ کر جمع ہوئے۔ کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں۔ اور ہزار ہا لوگ ساتھ ہولئے۔ حرم خلافت کے برج سے کسی خاتون نے بھیڑ دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اسے بتایا گیا کہ خراسان سے ایک عالم دین تشریف لائے ہیں۔ جن کا اسم گرامی حضرت عبداللہ بن المبارکؒ ہے تو وہ بولی کہ سلطنت تو اس کا نام ہے ہارون الرشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے۔ کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر کوئی حاضر نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ثوریؒ سے حاصل ہوا ہے۔

۶۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت یحییٰ بن ذکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۲ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کو حافظ الحدیث لکھا ہے۔ اور میزان الاعتدال میں آپ کو اونچے درجے کے محدثین اور بڑے فقہاء میں شمار کیا گیا ہے۔ آپ مدائن کے قاضی بھی رہے۔ صحاح ستہ میں آپ کی روایات بہت سی ہیں۔ امام طحاویؒ نے لکھا ہے کہ آپ تیس ۳۰ سال تک فقہ کی محنت میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ رہے۔ امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینیؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یحییٰ بن ذکریاؒ کے زمانہ میں علم آپ پر ختم ہو گیا۔

۷۔ حضرت وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ آپؒ فن حدیث و رجال کے امام مانے جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جب آپ کی روایت سے کوئی حدیث بیان فرماتے۔ تو یوں کہتے۔ یہ حدیث مجھے اس شخص نے روایت کی جس کی مثل تیری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دور میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے حضرت وکیعؒ پر ترجیح دوں۔ بخاری و مسلم میں آپ کی روایات کثرت سے ہیں۔ بقول خطیب بغدادیؒ اور علامہ ذہبیؒ آپ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

۸۔ حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ) امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے آپ فن حدیث کے امام ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ و محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، علی ابن المدینیؒ، یحییٰ بن معینؒ اور ابن ابی شیبہؒ آپ کے شاگرد ہیں۔ علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ آپ کے شاگردوں کا شمار مشکل ہے۔ یحییٰ بن ابی طالبؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آپ کے حلقہ درس میں شامل تھا۔ حاضرین کی تعداد کم و بیش ستر ۷۰ ہزار تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے بیس ۲۰ ہزار حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ امام بخاریؒ کے استاد علی بن المدینیؒ فرماتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ بقول علامہ ذہبیؒ آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور روایت کیا۔ آپ کا قول تھا۔ کہ میں نے بہت سے لوگوں کی صحبت اٹھائی۔ مگر امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔

۹۔ حضرت حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت حفص بن غیاث رح (م ۱۹۶ھ) امام ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ بڑے محدث تھے۔ علامہ ذہبی رح نے آپ کو حفاظ الحدیث میں شمار کیا ہے ہارون الرشید کے عہد میں بغداد کے قاضی رہے۔ جب ان کے فیصلے مرافعہ میں یعنی عدالتِ عالیہ میں نظرثانی کے لیے امام ابو یوسف رح اور حسن بن زیاد رح کے پاس آتے تو آپ تنقید کے بعد فرماتے۔ کہ حفص رح کے ساتھ تائیدِ الٰہی ہے۔

۱۰۔ حضرت ابو عاصم النبیل رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت ابو عاصم النبیل رح (م ۲۱۴ھ) امام ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا نام ضحاک بن مخلد ہے مشہور محدث ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں آپ کی روایات بہت ہیں۔ علامہ ذہبی رح نے لکھا ہے کہ آپ کو ثقہ کہنے پر عام لوگوں کا اتفاق ہے۔ نہایت پارسا تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے۔ تو میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔ نبیل معزز کو کہتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت شعبہ محدث رح نے کسی وجہ سے قسم کھائی۔ کہ "میں حدیث روایت نہیں کروں گا"۔ اس سے آپ کے ہزاروں شاگردوں کو تشویش ہوئی۔ تو ابو عاصم رح نے حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ میں آپ کی طرف سے آپ کی قسم کے کفارہ میں اپنا غلام آزاد کرتا ہوں۔ آپ قسم توڑیے اور درس حدیث دیجیے۔ حضرت شعبہ رح نے آپ کا خلوص اور شوق دیکھ کر فرمایا "انت نبیل" اس وقت سے آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ آپ سے کسی نے پوچھا۔ کہ سفیان ثوری رح زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابو حنیفہ رح تو فرمایا کہ موازنہ تو ملتی جلتی چیزوں میں ہوتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رح فقیہ ہیں اور امام ابو حنیفہ رح ایسے فقیہ ہیں جو فقہ کے بانیوں میں سے ہیں۔

۱۱۔ حضرت عبد الرزاق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت عبد الرزاق ابن ہمام رح (م ۲۱۱ھ) امام ابو حنیفہ رح کے شاگردوں سے تھے۔ نامور محدث تھے۔ بخاری و مسلم آپ کی روایات سے مالا مال ہیں۔ مشہور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دور دراز سے مسافت طے کر کے بہت زیادہ لوگ آپ کی خدمت میں آئے۔ امام سفیان بن عیینہ رح، یحیی بن المدینی رح اور امام احمد بن حنبل رح فنِ حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی تصانیف میں جامع عبد الرزاق مشہور ہے۔ جس کے متعلق علامہ ذہبی رح نے لکھا ہے کہ علم کا خزانہ ہے اور جس کے متعلق امام بخاری رح نے فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ عبد الرزاق بن ہمام رح فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رح سے بڑھ کر کسی کو حلیم نہیں دیکھا۔

۱۲۔ حضرت داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت داؤد الطائی رح (م ۱۶۰ھ) امام ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں سے ہیں۔ صوفیائے کرام آپ کو مرشد کامل مانتے ہیں۔ فقہاء احناف آپ کے تفقہ اور اجتہاد کے قائل ہیں۔ محدثین آپ کو ثقہ بلا نزاع کہتے ہیں۔ اور آپ ان سب القاب کے مستحق ہیں۔ محدث محارب بن دثار رح فرمایا کرتے تھے کہ اگر داؤد الطائی رح پہلے زمانہ میں ہوتے۔ تو ان کا قصہ قرآن مجید میں ہوتا۔ امام محمد رح فرماتے تھے کہ میں ان سے مسائل پوچھنے اکثر جایا کرتا تھا۔ اگر ضروری عملی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے۔ ورنہ فرماتے بھائی مجھے اور ضروری کام ہے۔ آپ امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد اور تدوین فقہ میں شریک کار تھے۔ جیسا کہ ابن خلکان رح، خطیب بغدادی رح اور علامہ ذہبی رح نے لکھا ہے، آپ بعد میں گوشہ گزین ہو کر عبادت میں لگ گئے۔ استاد ابو القاسم قشیری رح اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ میرے استاد حضرت ابو علی حسن بن علی الدقاق رح

نے حضرت ابوالقاسم النصر آبادی رح سے علوم و معارف اور تزکیہ کا فیض حاصل کیا انہوں نے حضرت شیخ امام ابوبکر دلف الشبلی البغدادی رح سے جو حضرت جنید رح کے ساتھیوں سے تھے۔ اور حضرت شیخ شبلی رح نے حضرت سری سقطی رح سے اُنہوں نے حضرت معروف کرخی بن فیروز رح سے انہوں نے حضرت داؤد الطائی رح سے اور انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رح سے علوم و معارف حاصل کیے اور یہ سب حضرات حضرت امام ابوحنیفہ رح کی سعادت اور جلالت کے معترف تھے۔

۱۳۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت فضیل بن عیاض رح (م ۱۸۷ھ) امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ خراسانی تھے۔ آپ مشہور صوفیا رسے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ امام شافعی رح سے روایت کی۔ اور ان سے امام بخاری رح اور امام مسلم رح نے روایت کی۔

۱۴۔ حضرت قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت قاسم بن معن رح بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رض (م ۱۷۵ھ) امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ نامور فقیہ اور اپنے دور میں عربی ادب کے بے مثال عالم تھے۔ امام محمد رح استفادہ کے لیے آپ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ آپ کوفہ کے قاضی بھی رہے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ فقہ اور عربیت دونوں کے امام ہیں۔ ان دونوں علموں میں سے وسیع علم کونسا ہے۔ تو آپ نے فرمایا " بخدا امام ابوحنیفہ رح کی ایک (فقہی) تحریر کل فن عربیت پر بھاری ہے۔

۱۵۔ حضرت اسد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت اسد بن عمر رح (م ۱۸۸ھ) امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے آپ کے ذمہ تحریر کا کام سپرد تھا۔ آپ بغداد کے قاضی بھی رہے۔ امام احمد بن حنبل رح نے ان سے روایت کی ہے۔ اور یحییٰ بن معین رح نے انہیں ثقہ کہا ہے بلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون الرشید مکہ مکرمہ گیا۔ طواف سے فارغ ہو کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اہل دربار اور بنو ہاشم کے اکابر کھڑے تھے۔ مگر ایک شخص ہارون الرشید کے برابر بیٹھا تھا۔ مجھے اس پر تعجب ہوا لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ وہ حضرت اسد بن عمر رح فقیہ تھے۔

۱۶۔ حضرت علی بن المسہر رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت علی بن المسہر رح (م ۱۸۹ھ) امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں سے تھے۔ آپ نے حضرت اعمش رح اور ہشام بن عروہ رح سے حدیث حاصل کی۔ امام بخاری رح اور امام مسلم رح نے آپ سے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل رح آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ امام سفیان ثوری رح نے امام ابوحنیفہ رح کی فقہی تحقیقات پر اطلاع انہیں کے ذریعے حاصل کی۔ آپ موصل کے قاضی بھی رہے۔

۱۷۔ حضرت حبان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبان رح (م ۱۷۲ھ) امام ابوحنیفہ رح کے شاگرد تھے آپ کی روایات کثیر ہیں خصوصاً حدیث میں صحاح کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں آپ کی روایات کردہ حدیثیں بہت ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح آپ کی قوت حافظہ کے

بہت مداح تھے۔

۱۸۔ حضرت مندل رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مندل رح بھی امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ حضرت حبان رح کے بھائی تھے۔آپ نے حضرت اعمش رح، ہشام بن عروہ رح، عبدالملک بن عمر رح، عاصم الاحول رح اور امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کی وفات پر ایک اثر انگیز مرثیہ حضرت حبّان رح نے لکھا۔ جو علامہ ذہبی رح کی کتاب میزان الاعتدال میں منقول ہے۔

۱۹۔ حضرت عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت عافیہ بن یزید رح بھی امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام ابوحنیفہ رح مجلس تحقیق و تالیف میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تک عافیہ رح نہ آچکیں کسی مسئلہ کو قلمبند نہ کرو۔ علامہ ذہبی رح نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ "کان من خیار القضاۃ" یعنی آپ بہت اچھے قاضیوں میں سے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت امام ابوحنیفہ رح کے بلاواسطہ شاگردوں میں مشہور محدث اور فقہا، مثلاً حضرت فضل بن وکین رح، حمزہ بن حبیب رح، حضرت ابراہیم بن طہمان رح، حضرت سعید بن اوس رح، حضرت عمر بن میمون رح، حضرت فضل بن موسیٰ رح اور آپ کے بالواسطہ شاگردوں میں سے مشہور محدثین رح، فقہا، اور صوفیاء رح مثلاً حضرت امام بخاری رح، امام مسلم رح، امام شافعی رح، امام احمد رح، امام مزنی رح، امام ترمذی رح، امام نسائی رح اور امام ابوداؤد رح، امام ابونعیم رح، امام طحاوی رح، طبرانی رح، داؤد بن نصیر رح، اور یحییٰ بن معین رح نیز حضرت ابراہیم بن ادھم رح، شفیق بلخی رح، خلف بن ایوب رح، ابو حامد اللفاف رح، ابوبکر الوراق رح، حاتم الاصم رح، ابویزید بسطامی رح اور امام محمد شاذلی رح وغیرہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ردالمحتار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نامور رفقاء رح اور مشہور شاگرد جو اپنے دور کے محدثین رح، فقہاء رح اور صوفیاء رح گزرے ہیں۔ ان کی فہرست بعض متاخرین رح نے مع نام ونسب نوسو تک مرتب کی ہے۔ حافظ ابوالمحاسن شافعی رح نے آپ کے شاگردوں میں سے نوسو اٹھارہ ۹۱۸ علمائے ربّانی کے اسمائے گرامی مع نام و نسب لکھے ہیں۔ آپ کے حلقہ درس میں چارسو دواتیں و تف کی موجودگی رہتی تھیں جس دوران ارباب اقتدار نے امام ابوحنیفہ رح کو مختلف بہانوں سے تکلیفیں دینا شروع کیں اور آپ نے مکہ معظمہ تشریف لے جاکر المسجد الحرام میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے حلقہ درس میں شاگردوں کی اتنی کثرت ہوگئی تھی کہ ان میں ایرانی بھی تھے۔ اور خراسانی بھی عراقی بھی اور شامی بھی اور دور دراز کے دوسرے علاقوں کے بھی۔ حتیٰ کہ بقول سیف الائمہ سائلی رح امام ابوحنیفہ رح کے درس و تدریس اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ خلیفہ رح وقت کی سلطنت اتنی وسیع نہ تھی اور درجنوں کتب امام ابوحنیفہ رح اور ان کے رفقاء کے تبحر علمی، اُن کے مناقب اور کارناموں پر لکھی گئیں۔

آپ کے شاگردوں میں مفسر بھی تھے اور محدث بھی اور دیگر علوم و فنون کے ماہرین بھی۔ قرآن مجید کی تفسیریں جو اسلاف کا علمی ورثہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح کے شاگردوں کی تشریحات سے بھری پڑی ہیں۔ صحاح ستہ اور احادیث کی دیگر مشہور کتب اور مؤطا، آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ محدث شاگردوں کی محنت سے مالامال ہیں

فقہ و فتاویٰ کی سینکڑوں کتب آپ کے تلامذہ کے علم و فضل کا بیّن ثبوت ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے بعض شاگرد تو اس پایہ کے اہلِ علم گزرے ہیں کہ اگر وہ مستقل مجتہد ہونے کی حیثیت میں ہی ہوتے تو ان کے مقلدین کی تعداد بھی لاکھوں ہوتی۔ مگر ان مفسرینؒ، محدثینؒ، فقہاءؒ اور اسماء الرّجال کے ماہرینؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے رفقاء کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کی تقلید کی۔

۸۔ حنفی تحقیقات میں محنت، متانت، احتیاط اور شورائی طریق کار

علم فقہ چونکہ قرآن و سنت، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان سے مستنبط قیاس کو سموئے ہوئے ہے اسی لیے امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے فقہ پر جتنا زیادہ غور کیا۔ اتنی ہی اس کی عظمت اور جلالت ذہن میں اجاگر ہوتی چلی گئی"۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحؒ اور اُن رفقاء کی علمی شہرت۔ دینی مہارت کے علاوہ فقہی محنت بھی موجب حیرت ہے۔ آپ نے فقہی محنت میں متین، محتاط اور شورائی طریق کار اختیار فرمایا۔ آپ کا قول ہے کہ "میں قرآن مجید ہی کو لیتا ہوں۔ اگر اس میں مجھے کوئی حکم نہ ملے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں۔ جو ثقہ لوگوں کے ذریعہ پہنچی ہو[1] اور اگر کسی مسئلہ کا حکم قرآن و سنت میں نہ پاؤں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پر نظر کرتا ہوں۔ آپ مسائل کے احکام مستنبط کرنے میں اجتہاد اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے[2]۔ جیسا کہ صحاح ستہ میں شامل حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں امام المحدثین امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحؒ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔ کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ (م ۲۰ھ) کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو فرمایا اے معاذؓ پیش آمدہ مسائل کے فیصلے کیونکر کرو گے تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اجتہد برائی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول صلے اللہ علیہ وسلم لما یرضی بہ رسول اللہ"۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید سے فیصلے کروں گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قرآن مجید میں تجھے نہ ملے تو کیا کرو گے۔ عرض کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے کسی مسئلہ کا حکم سنت میں بھی نہ ملا تو کیا کرو گے تو عرض کیا کہ پھر (کتاب و سنت کی روشنی میں) قیاس کر کے اپنے رائے سے کام لے کر اجتہاد کروں گا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے (ازراہ شفقت) حضرت معاذؓ کی چھاتی پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس ذات کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس (طریق کار) کی توفیق دی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اجتہاد اور قیاس پر مبنی دلیل اس مسئلہ کے حکم میں اختیار فرماتے جبکہ اس مسئلہ کے حکم متعلق قرآن و سنت اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی واضح حکم نہ مل سکے ورنہ قرآن و سنت کی نصوص کو مقدم فرماتے ہوئے انہیں سے ترجیحی حکم کو اختیار فرماتے

---

[1] روایت پر عمل کرنے کے متعلق حکم نمبر ۲ب/۴۹۷ کے حاشیہ ترتیب الدلائل کی تفصیل کا ۹ب، ۳۰/۴۹۶ مع حواشی ملاحظہ ہوں (مؤلف) [2] مجتہد کے اوصاف کے متعلق فتاویٰ عالمگیری مترجم حامل المتن کے حکم نمبر ۲ب/۴۹۷ کے حاشیہ ترتیب الدلائل کی تفصیل کے ۸ کا و تا ج ملاحظہ ہوں (مؤلف)

آپ کا ارشاد تھا۔

واللہ افتریٰ علینا من یقول انانقدم القیاس علی النّص ۔ الخ یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم کتاب و سنت کی (غیر معارض) نصوص پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں ۔ خدا کی قسم اس نے ہم پر جھوٹ باندھا ہے کیا واضح نص مل جانے کے بعد بھی قیاس کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے ۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری سنت کو ترجیح دیتے ۔ اور روایت کے ساتھ درایت عقلی کو بھی ملحوظ رکھتے ۔ اور جو واقعات لوگوں کو اکثر پیش آتے ہوں اُن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک آدھ روایت جو خبر واحد کے درجہ میں ہو کسی حکم کو ثابت کرنے کے لیے محل نظر سمجھے اسی طرح روایت بالمعنی کے متعلق جیساکہ مذکور ہے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے بعد والوں کے لیے روایت باللفاظ کی قید ملحوظ رکھتے ۔

آپ کا طریق کار یہ تھا ۔ کہ ہر اہم مسئلہ اہل علم کی مجلس میں پیش فرماتے ۔ ایسی مجالس میں بعض اوقات اہل علم کی تعداد ہزار تک پہنچ جاتی ۔ جن میں چالیسؒ خاص ماہرین کی مجلس چہل گانہ بھی تھی ۔ اور جن میں دس اصحاب کی خصوصی کمیٹی فقہی ابواب کی ترتیب کے لیے تھی ۔ آپ مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اہل علم سے معلومات لیتے ۔ ماہرین کی رائے دریافت کرتے ۔ اپنے دلائل اور اپنی رائے بھی پیش فرماتے ۔ اس سے تحقیق میں بحث و تمحیص ہوتی اور کبھی بعض مسائل کے متعلق یہ بحث و تمحیص مہینہ بھر یا زائد جاری رہتی ۔ اور جب متعلقہ بحث میں جملہ شرعی دلائل پوری طرح واضح ہو چکتے تو طے شدہ حکم کو اسد بن عمرؒ امام ابو یوسفؒ ، یحییٰ بن زکریاؒ اور دیگر فقہا ضبط تحریر میں لاتے اور جو اہل علم پھر بھی اپنی اختلافی رائے پر قائم رہتے توانکے وہ معتمد اقوال بھی لکھ لیتے اِس طرح فقہ حنفی کی تحقیقات انفرادی کوشش کی بجائے اجتماعی مساعی اور اہل علم کی مجلس مشاورت میں شورائی طریق کار کی حامل رہی ہیں اور بایں ہمہ آپ کی غایت احتیاط کے متعلق خطیب بغدادیؒ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے ۔ کہ "ھذا رائی وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن من قولنا فھو اولیٰ بالصواب" یعنی یہ وہ اچھی شرعی رائے ہے جس پر ہم قادر ہوئے ۔ اور جو شخص اِس سے بہتر شرعی قول ہمارے پاس لائے تو وہ ہمارے قول سے اولیٰ ہے [۱]

۹۔ حنفی تحقیقات کی جامعیت اور عظمت

حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے رفقائے کار نے طویل عرصہ تک فقہی محنت جاری رکھی ۔ کم و بیش مسلسل تیس سالہ شبانہ روز محنت کے دوران ، محتاط ، متین اور شورائی طریق کار سے جس قدر مسائل زیر بحث آئے ۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے ۔ جن میں سے اڑتیس ۳۸ ہزار کا تعلق صرف عبادات سے اور باقی کا تعلق معاملات وغیرہ سے ہے ۔ یہ تحقیقات جنہیں مسائل الاصول اور ظاہر روایت بھی کہا جاتا ہے ۔ فقہ حنفی کی مشہور چھ کتب یعنی المبسوط الزیادات ، الجامع الصغیر ، السیر الصغیر ، الجامع الکبیر اور السیر الکبیر میں محفوظ ہیں ۔

کتب ظاہر روایت میں سے السیر الکبیر وہ مجموعہ ہے جسے امام ابو حنیفہؒ کے نامور شاگرد حضرت امام محمدؒ

[۱] حکم نمبر ۲۰۴ کے حاشیہ ترتیب الدلائل کی تفصیل کا ۲۰۴ ملاحظہ ہو (مؤلف)

نے تحریر کرنے کے بعد ہارون الرشید کو تحفۃً بھیجا۔ تو اس کی ضخامت کی بنا پر ایک باربردار سواری پر لاد کر بھیجا۔
کتب ظاہر روایت میں سے الجامع الصغیر وہ مجموعہ ہے جسے حضرت امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ سے قراءۃً علیہ سند کے بعد تحریر کیا۔ اس کتاب کی کئی شرحیں مشہور فقہاء نے لکھی ہیں۔ ایسی شرحوں کی تعداد تیس ۳۰ سے زائد ہے۔ کتب ظاہر روایت میں سے ایک کتاب الجامع الکبیر میں احکام کے ساتھ دلائل بھی درج ہیں۔ الجامع الکبیر کی شرحیں بھی کئی نامور فقہاء نے لکھی ہیں۔ ایسی شرحوں کی تعداد چالیس سے متجاوز ہے۔

کیا فقہاء احنافؒ کی اس عظیم اور کامیاب دینی محنت کے بعد رجعت قہقری کرتے ہوئے ان ضخیم تحقیقات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور ان عمیق تحقیقات میں طے شدہ تفصیلی احکام میں کسی شرعی گنجائش کے بغیر از سر نو ادھیڑ بن کی جا سکتی ہے؟

۱۰۔ حنفی تحقیقات کی ترقی و قبولیت عامہ پاک قوم کیلئے نعمت

حنفی تحقیقات پر مشتمل ظاہر روایت کے مجموعوں کی یہ محنت تو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں سرانجام پائی اس کے بعد ہر صدی اور ہر دور میں اور ہر علاقہ کے سینکڑوں فقہاء احناف نے نسل در نسل مزید تحقیق و تنقیح سے مسائل النوادر، اشباہ و نظائر اور الواقعات سے مفتیٰ بہ احکام کا ایسا اضافہ کیا۔ کہ فقہ حنفی کی جامعیت اور مقبولیت میں روز افزوں ترقی جاری رہی اور اس اجتماعی محنت کے علاوہ اس لئے بھی مقبولیت میں اضافہ جاری رہا کہ شرعی احکام کی پوری مصلحتیں تو خواہ سمجھ میں نہ آئیں تاہم فقہ حنفی کی تحقیقات، عقل و فراست سے نسبتاً زیادہ قریب اور اعتدال کا مظہر ہیں۔ اور ان تحقیقات میں مشقت اور رہبانیت کی بجائے شرعی احکام کی اطاعت میں یُسر اور سہولت کا پہلو زیادہ ملحوظ ہے۔ چنانچہ حنفی تحقیقات کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مختلف زمانوں میں دنیا بھر کی متمدن تہذیبوں کے دانشوروں اور مختلف زمانوں کے مصنفوں نے حنفی تحقیقات کو دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اور آج دنیائے اسلام میں فقہ حنفی کی شان قبولیت، قبولیت عامہ کا اعزاز حاصل کئے ہوئے ہے چنانچہ فقہ حنفی کی قبولیت عامہ اس جائزہ میں بھی واضح ہے جو آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں، مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتب فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مختصر لیڈن ۱۹۶۱ء کے مطابق دنیا بھر میں زیدیہ مکتب فکر کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰،۰۰،۰۰۰) اثنا عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ (۱،۳۷،۰۰،۰۰۰) اور اہل السنت والجماعت میں سے امام احمدؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰،۰۰،۰۰۰)، حضرت امام مالکؒ کے مقلدین تقریباً چار کروڑ (۴،۰۰،۰۰،۰۰۰)، حضرت امام شافعیؒ کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ (۱۰،۰۰،۰۰،۰۰۰) اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین، فقہ حنفی کے پیروکار چونتیس کروڑ (۳۴،۰۰،۰۰،۰۰۰) سے بھی زائد پائے گئے۔ جس سے واضح ہے۔ کہ عالم اسلام کا سواد اعظم، امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے اس لئے الموفق میں ہے کہ فقہ حنفی کی قبولیت عامہ سے امام ابو حنیفہؒ کے ایک اہم خواب کی تعبیر پوری قرار پاتی ہے جو بقول بعض، امام علامہ محمد بن سیرینؒ م ۱۱۵ھ نے تعبیر بیان فرماتی تھی کہ "ایسا خواب دیکھنے والا پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علوم کو زندہ

کر کے چار دانگ عالم میں پھیلا دے گا۔

اسی طرح ہمارے اس دور میں، عالم اسلام کی ممتاز اسلامی ریاست، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جمہور بھی اسلام کے تفصیلی احکام کی تعبیر میں، فقہ حنفی سے عقیدت رکھتے ہیں، وہ اس سے وابستگی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں اور اسکی پیروی میں ذہنی اطمینان پاتے ہیں۔ گویا جمہور پاکستان کے ذہنی اتحاد اور فکری وحدت کیلئے، کتاب وسنت کی تعبیرات میں فقہ حنفی ایک نعمت خداوندی ہے۔ یہ اسلام کے تفصیلی احکام کی تعبیر میں، پاک قوم کے جمہور کا مرکز اتفاق، محور یگانگت اور نقطہ اتحاد ہے۔

اور ان حقائق سے یہ بھی واضح ہے۔ کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام و بقا کی مقدس کوشش کے دوران، اسلام کے تفصیلی احکام کی تعبیر میں اگر خدانخواستہ جمہور پاکستان کے اِس نقطہ اتحاد سے غیر ضروری اور بلغیر شرعی گنجائش کے انحراف کر کے یا اس میں من مانی ملاوٹ کر کے، جمہور کے اِس مرکز اتحاد سے گریز کی غیر سنجیدہ کوشش کی گئی "تو اِس سے یہاں کے جمہور کے ذہن، بے اطمینانی کا شکار ہونگے۔ اور اِس بے اطمینانی کو یہاں کے آزاد منش اور لادین عناصر قومی انتشار کا رنگ دے کر، پاک قوم کو اسلامی نظام کی مقدس منزل سے مزید دور تر لے جانے کی مکروہ کوشش کی جسارت کریں گے پس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام، دوام اور اِس میں سہولت و استحکام کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ اس ملک کی اقلیتوں کے مسلمہ حقوق کی جائز ضمانت دیتے ہوئے، اسلام کے تفصیلی احکام کی تعبیر میں، اِس ملک کے جمہور کے ہاں معتمد اور مستند فقہ حنفی کے رچے بسے فکری وحدت کے نقطہ اتحاد کو ایک نعمت سمجھا جائے۔ اور اسی اسلامی اور جمہوری اساس پر اسلامی نظام کی کامیاب تعمیر و تشکیل سرانجام دی جائے۔

۱۱۔ عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی تحقیقات پر مشتمل فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا پس منظر

فقہاء احناف رح کی عظیم تحقیقات کا ذخیرہ، عالم اسلام کی قبولیت عامہ حاصل کرنے کے باوجود، صدیوں پر محیط تھا۔ اور مختلف ضخیم اور نادر مجموعوں میں پھیلا پڑا تھا۔ اِن ذخیروں میں قرآن وسنت سے ماخوذ تفصیلی احکام، عہد رسالت کے واقعات، خلافت راشدہ اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار، تابعین رح اور تبع تابعین رح کا اجتہاد، بعد کے مجتہدین رح کی کاوشیں، قاضیوں رح کے فیصلے اور مفتیوں رح کے فتووں پر مبنی تحقیقات متفرق کتب میں، روشن ستاروں کی طرح بکھری پڑی تھیں۔ ان میں سے جمہور کے مسلک کا قول فیصل اور مفتی بہ شرعی حکم تلاش کرنا خاصی محنت کا متقاضی ہوتا تھا۔ اور علمی حلقوں میں سنجیدگی سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ کہ ان تحقیقات کے مجموعوں میں سے جمہور کا مسلک اور مفتی بہ احکام منتخب کر کے یکجا جمع کر دیئے جائیں۔ تاکہ بوقت ضرورت سہولت رہے۔ مگر یہ کام انتہائی کٹھن تھا۔ حنفی تحقیقات کے کم وبیش ایک سو چوراسی ۱۸۴ سے زائد ذخیروں میں سے مفتی بہ احکام کا انتخاب ایک عظیم کام تھا۔ اِس کام کو سرانجام دینے کے لئے کئی کوششیں روبکار لائی بھی گئیں۔ دیگر ممالک کے علاوہ برصغیر ہندوپاک میں بھی کوشش کی گئی۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں امیر تاتار خان کی زیر سرپرستی مولانا ابن علی رح نے فتاویٰ تتار خانیہ مرتب کیا۔ ابراہیم شاہ کے عہد میں قاضی القضاۃ شہاب الدین دولت آبادی رح نے فتاویٰ ابراہیم شاہی مرتب کیا۔ یہ محنتیں قابل قدر تھیں۔ مگر ضرورت ابھی باقی تھی۔

پھر ایک دور ایسا آیا۔ کہ برصغیر ہند و پاک میں اس ضرورت کا احساس مزید شدت اختیار کر گیا۔ اور اس لیے شدت اختیار کر گیا کہ وہ برصغیر، جہاں اسلام کی پود لگانے اور اسے پروان چڑھانے کے لیے، اولین اور آخرین کی قربانیاں، شہداء کا خون، علماء کی محنتیں، صلحاء کی ریاضتیں اور خواص و عوام کی متحدہ کوششیں کام آئی تھیں جہاں صدیوں تک مسلمانوں کی حکومتیں قائم رہیں مگر وہاں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مغلیہ سلطنت کا دربار مسلمان سلاطین ہونے کے باوجود ہندو مسلم دو متضاد نظریات کی آماجگاہ بن گیا۔

وہ ہندو جو مسلمانوں کو ملیچھ یعنی ناپاک کہتے تھے۔ وہ ہندو رانیاں جو مسلمانوں کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہونے کی بجائے چتا میں جل مرنے کو ترجیح دیتی تھیں۔ ان ہندوؤں نے مسلمانوں سے مقابلوں میں مسلسل شکستیں کھانے کے بعد اپنی حکمت عملی بدل دی۔ ہندو اپنے ہندوانہ اور مشرکانہ رسم و رواج سمیت مغلیہ دربار میں آ گھسے اور اثر انداز ہونا شروع ہو گئے ہندو رانیاں تارا بائی اور تلسی بائی اور پاربتی اور روپ متی کے روپ میں مسلم امراء کی حرم سرا کی زینت بن گئیں۔ اکبری عہد میں ایک غیر فطری صلح عام کے عنوان سے، ہندومت اور مسلم تہذیب گڈمڈ کر کے نام نہاد "دین الٰہی" کا اجراء کیا گیا جس میں خدا پرستی اور سورج دیوتا کی پرستش، مسجد و بت خانہ، اور محراب و قشقہ و تلک کی آمیزش روا رکھی گئی بھگتو تحریک کی شاطرانہ چال سے، مسلمانوں کی امتیازی قدریں مسخ کرنے کی خاطر یہ نعرہ اچھالا گیا۔ کہ رام رحیم ایک ہے" اور اس کی تائید میں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی آزاد منش مسلمان بھی اس نعرہ کی پشت پناہی کرنے لگے۔

دو متضاد نظریوں کی آماجگاہ اور ملی حالات کا یہ رُخ دیکھ کر علمائے حق نے نعرہ حق بلند کیا۔ ان مردانِ حق میں حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے۔ جن کے متعلق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

"وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں اللہ تعالیٰ نے بروقت کیا جس کو خبردار"

حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے برملا اعلان کیا۔ "رام رحیم ایک قرار دینے کا نعرہ سراسر غلط ہے۔" آپ نے واضح کیا کہ رام تو وہ تھا جس کی بیوی سیتا جی کو راون اٹھالے گیا تھا۔ اور رحیم وہ ہے جس کی نہ بیوی نہ بچے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ آپ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ "اسلام' اسلام است و کفر، کفر است" یعنی اسلام، اسلام ہے اور کفر، کفر ہے۔ نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی مل سکتے ہیں۔ آپ نے آزاد منش اور ہندو نواز ارباب اقتدار سے ٹکر لی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مگر مسلمانوں کی جداحیثیت کے نظریہ اور اسلام کے مخصوص تشخص اور منفرد حیثیت کی حفاظت کے لیے سرتوڑ کوشش جاری رکھی۔ بالآخر آپ کی مساعی کارگر ثابت ہوئیں۔ ہندو اور ہندو نواز حاکموں اور شہزادوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ اور خدا پرست مسلمانوں کے تہذیبی ورثہ کو، بت پرست ہندوؤں کی رسومات سے خلط ملط کرنے کی سازش دم توڑ گئی۔

بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ کہ برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کی جداحیثیت کے شجر طیبہ نے، اسی دور سے ہی اپنی مضمحل جڑیں مضبوط کرنا شروع کر دی تھیں۔ جو بعد کے حالات اور واقعات کی شہ پاکر قائدین وقت کی قیادت میں مزید ابھرا۔ اور پھر مسلمانوں کی جدا مملکت کے مطالبہ کی صورت اختیار کر کے بالآخر قیام پاکستان کے شجر بارآور کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔

غرضیکہ حضرت شیخ سرہندیؒ اور ان کی تحریک کے جانشینوںؒ نے اپنی محنت جاری رکھی، انہوں نے مغلیہ دربار میں اسلامی تہذیب کے دلدادگان کی حوصلہ افزائی کی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اُس دور کی کئی خانہ جنگیوں میں، جب ہندو راجے مہاراجے ہندو نواز دارا شکوہ کیساتھ تھے تو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دادا حضرت شاہ وجیہ الدین دہلویؒ اور اسلام کا درد رکھنے والے عوام و خواص عالمگیرؒ کیساتھ تھے اور یہ اسلئے تھا کہ دارا شکوہ نہ صرف ہندو نواز تھا بلکہ وہ ہندو نظریات سے بھی متاثر تھا چنانچہ کتاب فقہاءِ ہند ج ۵ حصہ اول صفحہ ۱۲ میں ہے، کہ وہ (یعنی دارا شکوہ) عملی اور ذہنی اعتبار سے سخت انتشار اور تضادات کا شکار تھا اسکے نزدیک قرآن مجید اور بھاگوت میں کوئی فرق نہ تھا ایک "اپنشد" کا بھی اس نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور لکھا ہے کہ اسنے "سفینۃ الاولیاء" اور "سکینۃ الاولیاء" کے نام سے کتابیں تصنیف کیں ایک طرف اگر وہ حضرت میاں میرؒ سے تعلق ارادت رکھتا تھا تو دوسری جانب ہندو جوگی "لال داس" کے حلقہِ عقیدت سے بھی وابستہ تھا یعنی مسلمان صوفیاء اور ہندو جوگی عبادت اور بھگتی میں اسکے نزدیک یکساں درجہ رکھتے تھے الخ۔ اسکے برعکس عالمگیرؒ نہ صرف اسلام کا دلدادہ تھا بلکہ عالمِ دین تھا۔ اسلام کی سربلندی کی تڑپ رکھنے والوں کو عالمگیرؒ کی کامیابی کی صورت میں یہاں اسلامی قدروں کو نسبتاً زیادہ تحفظ ملنے کی توقع تھی۔ چنانچہ جب عالمگیرؒ کامیاب ہوا تو سنجیدگی سے یہ تجویز سامنے آئی کہ مسلمانوں کے تبحر یعنی احناف کی تحقیقات میں اسلام کے طے شدہ تفصیلی احکام و قوانین پر مشتمل ایک ایسا معتمد مجموعہ انتخاب کرکے مدوّن کیا جائے جسکی بدولت ایک طرف، یہاں آئندہ کیلئے نام نہاد "دین الٰہی" جیسی بدعات کا سدِ باب ہو۔ اور دوسری طرف یہاں کے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی امور سے متعلق، اسلام کے مفتی بہ تفصیلی احکام اِس ایک مجموعہ کی بدولت بسہولت فراہم ہو سکیں۔ اور بوقتِ ضرورت متفرق مجموعوں کی احتیاج نہ رہے۔ نیز وہ مجموعہ عالمِ اسلام کے جمہور یعنی احناف کی کسی بھی اسلامی ریاست میں، اسلام کے معتمد تفصیلی احکام کے ماخذ کی حیثیت سے استعمال ہو سکے۔

۱۲۔ سلطان عالمگیرؒ اور تدوین فتاویٰ کا اہتمام

اورنگزیب عالمگیرؒ ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ ہجری بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۸ عیسوی اتوار کی رات بمقام دہود (دوحد) جو مالوہ اور گجرات کی سرحد پر اجین سے سو میل اور بڑودہ سے ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ ارجمند بانو وہ ملکہ برصغیر پاک و ہند ہے جو ممتاز محل کے نام سے مشہور ہے اور جس کا مقبرہ روضہ تاج محل آگرہ میں ہے۔ اورنگزیب شاہ جہاں کا تیسرا بیٹا تھا۔ اسکے اساتذہ میں نواب سعد اللہ خانؒ م ۱۰۶۶ھ، مولینا سید محمد قنوجیؒ م ۱۱۰۱ھ، مولینا عبداللہ (صاحب تصانیف)، مولینا میر محمد ہاشم گیلانیؒ م ۱۰۶۱ھ، مولینا عبداللطیف سلطان پوریؒ م ۱۰۳۶ھ یا ۱۰۴۲ھ، مولینا الشیخ محی الدین عرف مُلا موہن بہاریؒ م ۱۰۶۸ھ، مولینا علامہ محمد شفیع یزدی دانشمند خانؒ م ۱۰۸۱ھ، الشیخ احمد عرف مُلا جیون امیٹھویؒ م ۱۱۳۰ھ، مولینا الشیخ عبدالقویؒ، حاجی قاسم خوشنویسؒ اور الشیخ علی بن محمد مقیم جواہر رقمؒ کا ذکر آتا ہے۔ اورنگزیب عالمگیرؒ نے علوم متداولہ اور فنون مروجہ کی تعلیم حاصل کی ممتاز عالم دین تھا۔ اسکی عمر تینتالیس[۴۳] سال تھی کہ ۱۰۷۱ھ میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا جسکی تاریخ "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى" کی آیت سے نکلتی ہے۔ ۱۰۷۸ھ میں حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی جس کی تاریخ "لَوْحٌ مَّحْفُوْظٌ" کی آیت سے نکلتی ہے۔ نیز سلطان عالمگیرؒ، الشیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ م ۱۰۳۴ھ کے صاحبزادے الشیخ محمد معصومؒ م ۱۰۷۹ھ سے بیعت اور خواجہ الشیخ محمد سعیدؒ م ۱۰۷۰ھ کا عقیدتمند تھا اور الشیخ سیف الدینؒ م ۱۰۹۶ھ بن الشیخ محمد معصومؒ نے عالمگیرؒ کی روحانی تربیت کی جیسا کہ کتاب ہٰذا کے ص ۴۱ میں مذکور ہے

اورنگزیب عالمگیرؒ ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا۔ برصغیر پاک و ہند اور کابل و کشمیر سمیت کل اکیس[۲۱] صوبے تھے۔ ہر صوبہ سرکار اور پرگنہ میں تقسیم ہوتا تھا۔ ہر سرکار کا انتظام فوجدار کرتا۔ کئی بڑے قصبے ملا کر ان پر ایک ذیلدار ہوتا۔ جو چوہدریوں اور مقدموں کے ذریعہ مالیہ اکٹھا کرتا۔ تحصیلداروں کے کام کی نگرانی دیش مکھی کرتا۔ ہر شہر میں ایک کوتوال ہوتا۔ جو چیزوں کے بھاؤ۔ سڑکوں کی حفاظت اور آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے والوں پر نظر رکھتا۔ ہر ضلع میں

ایک سرکاری وکیل ہوتا جو بادشاہ کے خلاف دعووٗں کی جانچ پڑتال کر کے فیصلے کرتا۔ طلبار کو قابلیت کے مطابق وظائف اور اساتذہ کو جاگیریں ملتیں تھیں۔

ہر صوبہ دار کے ماتحت اس صوبہ کی فوج ہوتی تھی۔ فوج میں ہر دس سپاہیوں پر منصب دار پھر یکصدی اور اس سے اوپر والے امیر کہلاتے تھے شاہی فوج تقریباً پانچ لاکھ جوانوں پر مشتمل ہوتی۔ اور بادشاہ کی حفاظت کے لئے خصوصی فوج ہوتی تھی۔ کسی مہم پر جانے سے پہلے فوج تین دن تک لال قلعہ دہلی کے سامنے قواعد کرتی تھی۔

اورنگزیب عالمگیرؒ کے تخت نشین ہونے کے وقت ملک میں تقریباً اسی (۸۰) ایسے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے جو بالکل ناروا قسم کے اور غیر شرعی تھے۔ سلطان عالمگیرؒ نے یہ تمام غیر شرعی ٹیکس بیک قلم موقوف کر دیئے۔ اور اس کے باوجود سرکاری آمدنی کی مد میں اضافہ ہوا۔ اکبری عہد میں ۱۵۹۴ء کی آمدن مالگذاری سترہ کروڑ چھپن لاکھ (۱۷,۵۶,۰۰,۰۰۰) روپیہ تھی، شاہجہانی عہد میں پینتالیس کروڑ بارہ لاکھ (۴۵,۱۲,۰۰,۰۰۰) اور عالمگیری عہد میں پینسٹھ کروڑ اڑھائی لاکھ (۶۵,۰۲,۵۰,۰۰۰) اسی لئے بعض مورخین نے عالمگیری عہد کو عہد مبارک کا نام دیا ہے۔ مگر ان جملہ وسائل، مال و دولت اور شان و شوکت کے باوجود سلطان عالمگیرؒ اپنے لئے شاہی خزانہ سے لینے کی بجائے قرآن مجید لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر گذر اوقات کرتا۔ سریر آرائے خلافت ہونے سے پہلے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کی کتابت کی اور اس کی تذہیب و تجلید پر سات ہزار (۷۰۰۰) روپے خرچ کر کے اسے مدینہ منورہ بھجوایا اور ایک قران مجید مکہ مکرمہ بھی بھجوایا ــ ہفتہ میں چار دن روزہ رکھتا تہجد کا اہتمام کرتا۔ اور رمضان شریف کی راتیں عبادت گزاری میں صرف کرتا۔ اور ساتھ ہی غیر مسلموں کے جائز حقوق کی پوری طرح حفاظت کرتا۔ چنانچہ اس دور کے متعلق ہملٹن نے لکھا ہے۔ کہ " ریاست کا مذہب اسلام ہے۔ لیکن پارسی اور عیسائی اپنی اپنی مذہبی رسومات بخوبی ادا کرتے ہیں اور ہندو اپنے تہوار اسی طرح مناتے ہیں جس طرح پہلے منایا کرتے تھے،، لین پول کے بقول "مغلوں کی تاریخ میں عالمگیرؒ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا۔ ممنوعات و مکروہات سے خود بھی پرہیز کرتا اور دوسروں کو بھی اس سے روکتا تھا" بہر حال وہ خامیوں سے معصوم نہ سہی مگر اسکی خامیوں پر اسکی خوبیاں غالب تھیں۔ تنگ نظر ہندو، متعصب عیسائی اور غیر منصف مورخ، اگر کسی مسلمان حکمران کی خوبیوں سے آنکھیں بند کر لے تو کوئی نئی بات نہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ سلطان عالمگیرؒ میں مذہبی عقیدت، رواداری، سادہ زندگی، انصاف اور غریب پروری جیسی عظیم خوبیاں موجود تھیں۔ اورنگ زیبؒ کی مذہبی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ بلخ کی مہم کے دوران جب دشمن تیروں کی بارش برسا رہا تھا عین حالت جنگ میں، نماز ظہر کا وقت آیا۔ تو اورنگ زیبؒ بکمال متانت گھوڑے سے اترا نماز کی صف قائم کی اور اطمینان سے نماز ادا کی۔ حاکم بلخ دبدخشاں یہ منظر دیکھ کر یہ کہتے ہوئے میدان سے ہٹ گیا کہ " اس شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے،، اس مذہبی جذبہ کے ساتھ ساتھ سلطان عالمگیرؒ کی رواداری یہ تھی کہ کسی افسر نے مرکز میں یہ تجویز بھیجی کہ یہاں کے دونوں بخشی یعنی ناظم خزانہ غیر سُنّی ہیں۔ کم از کم ایک بخشی تو سُنّی ہونا چاہیئے تو اسکے جواب میں عالمگیرؒ نے لکھا کہ " کارہائے سلطنت را بتعصب چہ دخل، امتیاز تغیر قابلاں نزد عقلا مذموم است" چنانچہ تجویز مسترد کر دی۔

سلطان سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کی خوراک بھی سادہ تھی اس لیے مشہور ہے کہ کئی ہنرمند باورچی شاہی خاصہ کے مطبخ میں خوشی خوشی ملازم ہوتے مگر جلد ہی مستعفی ہو جاتے یا وہ شاہی مطبخ عام میں تبادلہ کرا لیتے

اِس صورتِ حال سے تنگ آکر سلطان رح نے خاصہ کے ایک نئے باورچی سے سال بھر ملازمت کرنے کا معاہدہ کر لیا اِس نے قبول تو کر لیا مگر جب دیکھا کہ خاصہ میں نپی تلی کھچڑی یا معمولی کھانا پکتا ہے جو سلطان کے ہاں چلا جاتا ہے باورچی کو صرف تنخواہ پر گذارہ کرنا پڑتا ہے تو وہ بھی تنگ آگیا اور جان چھڑانے کے لیے ایک دن کھچڑی میں برابر کا نمک ڈال دیا۔ سلطان نے کھچڑی تناول کی تو نظر اوپر اُٹھا کر باورچی کو دیکھا مگر کہا کچھ نہیں - دوسرے دن اِس نے کھچڑی بالکل پھیکی پکا دی۔ سلطان نے کھائی پھر نظر اُوپر اٹھا کر باورچی کو دیکھا مگر کہا کچھ نہیں - باورچی نے مایوس ہو کر تیسرے دن صحیح مقدار کا نمک ڈالا تو سلطان رح نے نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ میاں صاحب کوئی ایک ڈھنگ اختیار کرلو" اِس پر باورچی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور سات لڑکیوں کا باپ ہوں فاقہ زدہ تھا کہ شاہی باورچی بن گیا خوش ہوا کہ اب خوشحالی ہو گی۔ مگر یہاں بھی گذارے کی صورت نظر نہیں آتی گو سال بھر کا معاہدہ ہے مگر میں فراغت کی اجازت چاہتا ہوں - فرمایا فراغت چاہتے ہو یا روپیہ کی ضرورت ہے عرض کیا ضرورت تو روپیہ کی ہے فرمایا آج آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکالینا باورچی نے کچھ سمجھے بغیر تعمیل کر دی تو سلطان نے حکم دیا کہ زائد کھچڑی سات حصے کر کے طشتریوں میں ڈال کر سات وزیروں تک بطور شاہی اُلش پہنچا دو۔ وزراء نے جب یہ غیر معمولی شاہی التفات دیکھی تو ہر وزیر نے باورچی کو ایک ایک لاکھ روپیہ نقد اور ساز و سامان بطور انعام دیا جب باورچی سات لاکھ روپیہ اور ساز و سامان سمیت واپس لوٹا تو سلطان عالمگیر رح نے کہا کہ "کہو گذارے کی کوئی صورت نکل آئی؟" عرض کیا حضور کی توجہ سے اب تو عمر بھر کے لئے اطمینان ہو گیا ہے، تو فرمایا کہ آئندہ نمک کی صحیح مقدار ڈالنا۔

سلطان عالمگیر کا انصاف بھی مثالی تھا ایک دفعہ سلطان کے چہیتے بیٹے مرزا کام بخش کے کوکہ پر مقدمہ قائم ہوا تو علاتی تحقیقات کے دوران شہزادہ کام بخش نے اپنے کوکہ کی حمایت کرنا چاہی عالمگیر رح نے اطلاع پائی تو حکم دیا کہ شہزادہ کو بھی اس کے کوکہ کے ساتھ قید کر دیا جائے چنانچہ بلا تاخیر اس حکم کی تعمیل کی گئی - ایک موقع پر گورنر لاہور نے کسی درخواست پر، سلطان عالمگیر رح تک سفارش کرنے سے معذرت کرتے ہوئے عالمگیر رح کے متعلق قدرے سخت جملہ کہدیا پرچہ نویسوں نے اس کی اطلاع دہلی پہنچا دی. عالمگیر رح کو ناگوار ضرور گذرا مگر پھر کہا کہ "جو آدمی میرا لحاظ بھی نہیں کرتا اور صرف خدا سے ڈرتا ہے اِس سے بہتر آدمی کہاں سے ملے گا" چنانچہ کچھ باز پرس نہ کی شہزادہ اعظم کی جاگیر سے چالیس کوس دور سورت کی سڑک پر جا باجی نے ڈاکہ ڈالا اور تاجروں کو لوٹ لیا۔ شہزادہ نے کہا کہ جائے واردات امانت خان متصدی کی عملداری میں ہے ہم کو اس سے تعلق نہیں، عالمگیر رح نے اطلاع پا کر تاجروں کا بیان کردہ نقصان شاہزادہ کے ذمہ ڈالا اور شاہزادہ کے منصب سے پانچ ہزار کی تخفیف بھی کر دی اور لکھا کہ اگر غیر از بادشاہ زادہ بودے بعد تحقیقات حکم شدے - برائے شہزادہ سزا عدمِ تحقیق است زہے شاہزادگی نخوت اکہ تراز امانت خان می داند سلطان عالمگیر رح میں غریب پروری کا جذبہ بھی خاصا تھا امانت خان گورنر لاہور نے لوگوں کے ذمہ لاکھوں کے سرکاری بقایا جات اپنے اختیارات سے معاف کر دیئے پرچہ نویسوں نے اِس کی اطلاع دہلی پہنچا دی اور لکھا کہ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں سے حکومت کا رعب اُٹھ گیا ہے عالمگیر رح نے گورنر سے کیفیت طلب کی تو امانت خان نے تفصیل لکھ بھیجی کہ میں نے اِن لوگوں کی حالتِ زار دیکھ کر اِن غرباء سے سرکاری بقایا جات معاف کر دیئے ہیں، تو عالمگیر اتنا خوش ہوا کہ جواب میں شاباش لکھ بھیجی اور کہا کہ تو ہمارے لیے دنیا اور آخرت دونوں کا خزانہ جمع کر رہا ہے۔

سنہ ۱۰۸۲ھ میں سلطان عالمگیر رح نے دورانِ سفر حسن ابدال کے ایک باغ میں قیام کیا اس باغ کے پانی سے ایک بڑھیا کی پن چکی چلتی تھی جب سرکاری ضرورت کے لیے ملازمین نے پانی روکا تو وہ پن چکی بند ہو گئی - عالمگیر رح نے اطلاع پائی تو پانی کھلوا دیا - اور شام کو دو قاب کھانا اور پندرہ اشرفیاں بھیج کر بڑھیا سے معذرت کی اور صبح کو شاہی پالکی بھیج کر بڑھیا کو حرم میں بلوایا اور اسے دو سو روپیہ مزید اور اس کی دو لڑکیوں کی شادی کے لیے دو ہزار کی رقم عنایت کی یہ دیکھ کر بیگمات اور شہزادیوں نے بڑھیا پر روپوں اور اشرفیوں کی [illegible]

سلطان عالمگیرؒ نے پچاس سال دو ماہ ستائیس دن حکومت کرنے کے بعد ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ ہجری اکانوے سال تیرہ دن (۹۱ سال ۱۳ دن) کی عمر میں بروز جمعۃ المبارک صبح کی نماز با جماعت ادا کرنے اور اشراق پڑھنے کے بعد دن کا کچھ حصہ کلمہ توحید کا ذکر کرتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ عالمگیرؒ نے وصیت کی تھی کہ "میں نے ٹوپیاں سی کر چار روپیہ دو آنہ فلاں صاحب (یعنی عیسیٰ بیگ محل دار) کے ہاں جمع کرا رکھے ہیں اِس سے کھدر خرید کر کفن بنایا جائے۔ تین سو پانچ روپے کتابتِ قرآن کی اُجرت کے ہیں وہ میری موت پر فقراء و مساکین میں بانٹ دیئے جائیں اور حسب وصیت خلد آباد میں شیخ زین الدین چشتیؒ دولت آبادی اور شیخ برہان الدین شاہ زری زرنجشؒ اور دوسرے بزرگانِ دین کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا۔ سنگ سرخ کے مجوّف تعویذ میں مٹی بھر دی گئی۔ اور ریاحین بودی گئی۔ کیونکہ آپ کی تاریخ ارتحال

قرآن مجید کی آیت "رُوحٌ وَرَيحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ" سورۃ واقعہ پ ۲۷ ع ۱۹ کی آیت ہے ۱۱۱۸

(فوٹ) :- سلطان شہاب الدین شاہجہان کے عہد میں مولٰینا صالح محمدؒ کا ذکر اورنگ زیب عالمگیرؒ کے اساتذہ میں آتا اور شاہجہان ہی کے عہد میں مولٰینا مرزا صالح محمدؒ، مولٰینا محمد صادق مغل مؤلف کتاب علمی شاہکار و مترجم فتاوی عالمگیری، کے دس واسطوں سے جدّ امجد ہیں جو بعہد شاہجہان بخارا سے طلب کیئے گئے تھے جیساکہ کتاب ہٰذا کے صہ ۲۸، صہ ۵۳ میں ہے۔ البتہ عالمگیرؒ کے ان اساتذہ میں سے نواب سعد اللہ خانؒ تو وزارتِ عظمٰی پر فائز ہوئے مولٰینا سید محمدؒ کے اجداد بھی بخارا سے آئے تھے اور آپ فتاوی عالمگیری تدوین میں بھی شمولیت کی تھی جیساکہ کتاب ہٰذا کے صہ ۳۴ میں ہے مگر مولٰینا صالح محمدؒ کے متعلق کتاب فقہائے ہند" مؤلفہ محمد اسحٰق بھٹی، جلد ۵، حصہ اول ۱۴ میں اور تاریخی کہانیاں از پاکستان بکڈپو راولپنڈی کے صہ ۲۴ میں اسقدر ملتا ہے کہ مولٰینا صالح محمدؒ، سلطان عالمگیرؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ اسکے متعلق کتاب "علمی شاہکار" میں عنوان مترجم کے سوانحی خاکہ میں صہ ۳۸ ملاحظہ ہو۔ تاہم مولٰینا صالح محمدؒ کے مزید حالات نہیں مل سکے۔

۱۲۔ علمائے ربّانی مدوّنین فتاوی عالمگیری کا مختصر تعارف

سلطان ابو المظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیرؒ سلطان غازی، حافظ قرآن، عالم دین نے ۱۰۷۳ھ میں مذکورہ مجموعہ فتاوی کی تیاری کے اہتمام کے لئے ایک شاہی فرمان جاری کیا۔ غزنی و بخارا سے لیکر اراکان تک اور کشمیر سے لے کر، کرناٹک تک مملکت کے اکیس ۲۱ صوبوں میں سے اس دور کے نامور اہل علم دار الحکومت دہلی جمع ہوئے۔ ایسے علمائے کرام کی تعداد، اودھ اخبار لکھنو مطبوعہ جمادی الآخر ۱۳۱۰ھ بمطابق جنوری ۱۸۹۳ء کے اشتہار کے صفحہ ۴ کے بموجب پانچ سو تک بتائی گئی ہے اِن پانچ سو علمائے ربّانی کی پوری فہرست اور اِن کے حالات جمع کرنا خاصی "تلاش و جستجو کی محنت کا متقاضی ہے۔ تاہم بعض مشہور علمائے ربانی کے اسمائے گرامی اور ان کے مختصر حالات یہ ہیں۔

۱۔ مولٰینا الشیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا الشیخ نظام الدین برہانپوریؒ عالم متبحر، ماہر معقول و منقول، خدا ترس، منکسر المزاج، دلیر سپاہی، امانت و دیانت میں مشہور خدمتِ خلق میں کوشاں، اپنے عالی پایہ استاد قاضی نصیر الدین (م ۱۰۳۱ھ) ولد قاضی سراج الدین برہانپوریؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ قاضی نصیر الدین کو بعہد جہانگیری حاسدین کی سازش سے موت کی سزا سنائی گئی تھی۔

تاہم وہ بچ نکلے اور پانچ سال تک حجاز مقدس میں رہ کر اور وطن واپس آکر قائم اللیل و دائم الصوم گوشہ گزین ہو گئے ان کے شاگرد الشیخ نظام الدین برہانپوری رح عالمگیر رح کے اس وقت سے مصاحب تھے جب وہ دکن کا ناظم تھا۔ چالیس سال خدمات سرانجام دیں۔ مرہٹوں کی کئی مہمیں سر کیں آپ کو ہزار و پانچصدی کا منصب حاصل تھا آپ کی قدر و منزلت خصوصی تھی اور ملازمت کے تکلفات معاف تھے اور بقول بعض عالمگیر رح نے امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم" انہیں سے پڑھی۔ آپ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے سربراہ تھے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری عربی کے سرورق میں درج ہے اور کتاب "برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ" مؤلفہ مولینا محمد اسحٰق بھٹی بحوالہ عالمگیر نامہ لکھا ہے کہ سرکردگی و اہتمام ایں مہم صواب انجام، بفضیلت مآب شیخ نظام رح کہ جامع فضائل معقول و منقول است، تفویض، نیز بحوالہ نزہۃ الخواطر مؤلفہ سید عبدالحی لکھنوی رح لکھا ہے کہ ابتدا میں الشیخ نظام الدین برہانپوری کے ساتھ جن چار نائبوں کو فتاویٰ کی ایک ایک چوتھائی کام کا اہتمام سپرد ہوا تھا وہ مولینا قاضی محمد حسین جونپوری محتسب رح، مولینا سید علی اکبر سعد اللہ خانی رح، مولینا علامہ حامد جونپوری رح اور مولینا مفتی محمد اکرم لاہوری رح تھے۔

۲۔ مولینا الشیخ وجیہ الدین گوپامئوی رحمۃ اللہ علیہ

مولینا الشیخ وجیہ الدین (م جمادی الثانی ۱۰۸۳ھ) ایک روشن ضمیر، عالم اجل اور معانی اور بیان میں اپنے دور کے بلند نظر صاحب علم اور مقرر اعظم تھے۔ کچھ عرصہ دارا شکوہ کے مقربین میں رہے مگر بعد میں عالمگیر رح کے مصاحبین میں شامل ہو گئے۔ صاحب منصب تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کے چوتھے حصہ کی تکمیل کی آپ کی زیر نگرانی دس فقہاء کرام کام کرتے تھے۔ اُس دور کی بعض عبارات میں آپ کا اسم گرامی یوں درج ہے "از دستخط مولینا وجیہ الدین رئیس علمائے فتاویٰ عالمگیری"۔

۳۔ مولینا قاضی محمد حسین جونپوری محتسب رحمۃ اللہ علیہ

مولینا قاضی محمد حسین جونپوری محتسب رح (م ۱۱۰۰ھ) عہد شاہجہانی میں عرصہ تک جونپور کے قاضی رہے۔ عالمگیر کے عہد میں الٰہ آباد کے قاضی رہے نیز لشکر شاہی کے محتسب بھی رہے۔ آلات لہو، برائیوں کو دور کرنے اور احکام دین کو رواج دینے میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کے کام کی ابتدا میں ایک چوتھائی کام کا اہتمام آپ کے سپرد رہا جیسا کہ شیخ نظام الدین برہانپوری کے حالات میں مذکور ہے ۱۳ سن جلوس تقریباً ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ سید قاضی علی اکبر سعد اللہ خانی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مولینا سید قاضی علی اکبر سعد اللہ خانی رح فنون میں ماہر، جملہ علوم میں ممتاز اور علم فقہ کے حافظ شمار کیے جاتے تھے آپ شاہجہان کے "وزیر اعظم سعد اللہ خان" کے ہم جلیس اور اس کے بیٹے لطف اللہ خان کے استاد تھے غالباً ۱۰۸۰ھ میں قاضی القضاۃ لاہور کے نائب اور پھر ۱۰۹۰ھ میں قاضی لاہور مقرر ہوئے آپ نے علم صرف میں بزبان فارسی "فصول اکبری" لکھی اور عربی میں "اصول اکبری" مع شرح لکھی۔ فتاویٰ عالمگیری کے کام کی ابتدا میں ایک چوتھائی کام کا اہتمام آپ کے سپرد رہا۔ جیسا کہ شیخ نظام الدین برہانپوری رح کے حالات میں مذکور ہے۔ آپ دیانت اور صلابت کی بنا پر کسی کے سامنے دبتے نہ تھے اور طبیعت کے سخت تھے۔ جسکی وجہ سے اکثر امرا آپ سے ناراض رہتے مگر عالمگیر رح کے رعب کی وجہ سے کچھ کر نہ پاتے تھے جب امیر قوام الدین اصفہانی لاہور کا والی مقرر ہوا تو اس کے اشارہ پر لاہور کے کوتوال نظام الدین نے ۱۰۹۰ھ میں قاضی سید علی اکبر رح اور ان کے بھانجے سید فاضل رح کو قتل کرا دیا سلطان عالمگیر رح نے اطلاع پائی تو والی لاہور اور کوتوال لاہور دونوں کو برطرف کر کے مقدمہ چلایا گیا کوتوال لاہور کو قاضی صاحب رح کے ورثاء نے قصاص میں قتل کیا۔ اور والی لاہور کا مقدمہ شیخ الاسلام

قلندی کی عدالت میں شروع ہوا آخر کار بعض اعزہ دربار کی سفارش پر قاضی سید علی اکبرؒ کے ورثاء نے معاف کردیا مگر بعد میں جلد ہی قوام الدین مذکور بھی چل بسا۔

۵۔ مولٰینا الشیخ ابو الخیر ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا مخدوم الشیخ ابو الخیر ٹھٹھویؒ حضرت مخدوم الشیخ فضل اللہ السندھیؒ کی اولاد سے تھے اور مخدوم فضل اللہؒ، مرزا عیسٰی سنہ ۹۴۱ھ تا سنہ ۹۷۵ھ اور مرزا باقی سنہ ۹۷۵ھ تا سنہ ۹۹۳ھ کے ہم عصر تھے۔ الشیخ ابو الخیر ٹھٹھوی فتاوی ہندیہ (یعنی فتاوی عالمگیری) کی تدوین میں شامل رہے۔

۶۔ مولٰینا الشیخ علامہ حامد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا الشیخ علامہ حامد جونپوریؒ الشیخ سلطان محمود عثمانی جونپوریؒ کے پوتے تھے مولٰینا دانشمند خان یعنی علامہ محمد شفیع یزدیؒ (م سنہ ۸۱ھ) اور قاضی محمد زاہد بن سید محمد اسلم ہرویؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور آپ شاہجہان کے روزینہ داروں کی فہرست میں شامل تھے۔ عالمگیری عہد میں منصب پر فائز رہے۔ شہزادہ اکبر کے استاد بھی تھے کبار فقہاء سے تھے ان کا حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف، لوہار لائبریری (ہوگلی) میں موجود ہے۔ فتاوی عالمگیری کے کام کی ابتدا میں ایک چوتھائی کام کا اہتمام آپکے سپرد رہا۔ جیساکہ شیخ نظام الدین برہانپوریؒ کے حالات میں مذکور ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کو آپ ہی نے فتاوی عالمگیری پر نظر ثانی کرنے والی جماعت میں شمولیت کی ترغیب دی تھی جیساکہ شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کے حالات میں مذکور ہے۔

۷۔ مولٰینا عبد اللہ رومی چلپیؒ رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا عبد اللہ رومی چلپیؒ شاہجہان کے عہد میں فقیروں کے لباس میں ہندوستان آئے۔ علوم متداولہ یعنی علوم مروجہ اور معارف باطنی میں کامل تھے اصطلاحات تصوف سے خوب واقف اور صاحب تصانیف تھے۔ عربی، ترکی اور فارسی کے ماہر تھے شاہ عبد الرحیم دہلوی کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے۔ بموجب تحریر ضمیمہ اورینٹل کالج اگست، نومبر سنہ ۱۹۵۳ء بحوالہ "فرحۃ الناظرین" مولٰینا عبد اللہ چلپیؒ مدونین فتاوی عالمگیری میں شامل و مامور تھے۔ سلطان عالمگیرؒ نے آپ کو فتاوی عالمگیری کے فارسی ترجمہ پر بھی مامور کیا تھا۔

۸۔ مولٰینا الشیخ رضی الدین بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولٰینا الشیخ رضی الدین بھاگلپوریؒ (م سنہ ۱۰۹۶ھ) فاضل متبحر بھاگلپور بہار کے مشاہیر میں سے تھے۔ قواعد حرب، سپاہگری، عملداری، ندیمی اور سیاسیات ملکی میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ مولٰینا قاضی محمد حسین جونپوری محتسبؒ اور مقرب الخدمت بختاور خان کے تعارف کرانے سے سلطان عالمگیرؒ آپ سے متعارف ہوا اور فتاوی عالمگیری کی تدوین میں آپ کی خدمات حاصل کیں آپ کا یومیہ وظیفہ تین روپیہ تھا۔ آپ یکصدی منصب اور خان کے لقب سے بھی سرفراز ہوئے کئی معرکوں میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ امیر حسن علی خان کے نائب کی حیثیت سے اقطاع برار کی تولیت بھی ان کے سپرد رہی۔ سرزمین برار میں وفات پائی اور افسانہ! بہ بستن مژگاں تمام شد۔

۹۔ مولٰینا سید نظام الدین شکر اللہی حسینی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا الشیخ نظام الدین بن نور محمد بن شکر اللہ بن ظہیر الدین بن شکر اللہ حسینی ٹھٹھویؒ۔ علوم متداولہ میں کامل اور فقہ

میں ارفعِ انام تھے۔ جہاں آباد دہلی گئے تو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں خدمات سرانجام دیں اور کئی مشکلات حل فرمائیں بعد میں آپ فوجی خدمات بھی سرانجام دینا چاہتے تھے مگر سلطان عالمگیرؒ بالعموم فوجی خدمات پر اہلِ علم کو مامور نہ کرتے تھے۔ البتہ آپ کو گراں قدر وظیفہ کی پیش کش کی گئی جو آپ نے قبول نہ کی۔ شیخ نظام الدین ٹھٹھویؒ کے آباد اجداد شیراز کے تھے پھر ہرات آئے اس خاندان کے ایک بزرگ قاضی شکر اللہ بن وجہ الدین یا وجیہ الدینؒ ۹۰۶ھ میں ہرات سے قندھار آئے پھر ۹۲۷ھ میں سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں سلطانِ سندھ شاہ بیگ کی طرف سے مسند قضا پر فائز ہوئے آپ نے یہ ذمہ داری نہایت وقار سے سرانجام دی ان کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب شاہ بیگ کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسن سندھ کا حاکم بنا تو اس نے بعض تاجروں سے چند گھوڑے خرید کر قیمت ادا کرنے میں تاخیر کی تاجروں نے ناامید ہو کر قاضی شکر اللہؒ کی عدالت میں سلطان سندھ کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا قاضی صاحب نے سلطان شاہ حسنؒ کو بطور مدعا علیہ عدالت میں طلب کیا۔ وہ حاضر عدالت ہوا تو قاضی صاحب نے اسے مدعی تاجروں کے ساتھ کھڑا کیا۔ سماعت کے دوران سلطان شاہ حسنؒ نے تاجروں کے موقف کی تصدیق کی اور قاضی صاحب نے تاجروں کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کے بعد قاضی شکر اللہؒ اپنی جگہ سے اُٹھے اور سلطان شاہ حسنؒ کو سلطانی آداب بجالائے اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔ سلطان شاہ حسنؒ نے قبا سے پوشیدہ تلوار نکالی اور قاضی صاحبؒ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ "یہ تلوار میں آپ کے لئے لایا تھا کہ اگر آپ، میرا لحاظ کر کے اپنے مقام کا خیال نہ رکھتے اور صحیح فیصلہ نہ کرتے تو میں اس تلوار سے آپ کی گردن اُڑا دیتا،" میں قیمت ادا کرنے میں تساہل سے کام لیکر آپ کو آزمانا چاہتا تھا اور اب آپ کے فیصلہ پر مجھے مسرت ہوئی ہے۔ قاضی شکر اللہؒ نے سلطان کا یہ کلام سُنا تو اپنے مسند کے نیچے سے ایک برہنہ تلوار نکال کر سلطان کو دکھائی اور کہا کہ "میں نے بھی یہ ارادہ کر رکھا تھا کہ مبادا اگر سلطان نے خلاف شریعت کوئی قدم اُٹھایا اور کسی اور شخص نے اسے ٹوکنے کی جرأت نہ کی تو میں خود اس تلوار سے سیاستِ شرعی بجالاؤں گا" شیخ نظام الدینؒ کا خاندان ٹھٹھہ میں سادات شکر اللّٰہی شیرازیؒ کے نام سے اپنے قدیم محلے میں آباد ہے۔

۱۰۔ سید محمد بن محمد قنوجی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ محمد بن محمد بن محمد کدائی بن سید ملک بن عماد الدین بن حسین بن علاء الدین علی بن محمد بن ضیاء الدین الحسینی دہلوی ثم قنوجیؒ (م ۱۱۰۱ھ) ممتاز عالم دین تھے۔ قاضی عبد القادر عمری لکھنویؒ اور شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ سے تعلیم حاصل کی، علوم ریاضیہ اور علوم عربیہ میں بڑی دسترس تھی معانی و بیان کی مشہور کتاب "مطول" پر حاشیہ بھی لکھا۔ دنیوی کاموں کے لئے گھر کی چار دیواری سے باہر قدم نہ نکالتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فردوس آشیانی یعنی شاہجہان نے بتیسویں سن جلوس میں سید صاحب کو بڑی خواہش و اعزاز و اصرار کے ساتھ طلب کیا اور آخری سانس تک ساتھ رکھا۔ شاہجہان کے آخری ایام تک حتیٰ کہ تجہیز و تکفین اور جنازہ کے انتظامات و صدقات کے اہتمام وغیرہ میں شامل رہے پھر ظلِ سبحانی سلطان عالمگیرؒ نے انہیں اپنے خاص مصاحبوں اور ندیموں میں شامل کر لیا عالمگیرؒ ان سے امام غزالی کی کتب خصوصاً احیاء العلوم اور کتب سلوک پر مذاکرات کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ آپ میرے بھی استاد ہیں اور میرے والد کے بھی استاد ہیں۔ آپ نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں بھی شرکت فرمائی۔ اور کبھی منصب و امارت کی خواہش نہیں کی درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے سلطان عالمگیرؒ نے ایک دفعہ آپ کو

ف سلہ مراۃ العالم میں ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے ناموں کی بجائے بابر کیلئے فردوس مکانی، ہمایوں کیلئے جنت آشیانی، اکبر کے لئے عرش آشیانی، جہانگیر کے لئے جنت مکانی شاہجہان کے لئے فردوس آشیانی و اعلیٰ حضرت، اور عالمگیر کے لئے خدیو دین پناہ، حضرت جہانبانی اور ظلِ سبحانی کے القاب استعمال کئے گئے ہیں (مؤلف)

ایک ہزار روپیہ ۱۰۰۰/ ، ایک دفعہ دو ہزار روپیہ ۲۰۰۰/ اور ایک دفعہ چار ہزار روپیہ ۴۰۰۰/ کی خصوصی خدمت کی آپ نے ایک مسافر خانہ بھی بنا رکھا تھا۔ جب زیب النساء کی وفات ہوئی تو سید محمد قنوجیؒ کے ایک بیٹے کو بعض اکابر کے ساتھ خیرات وصدقات اور تعمیر مقبرہ کا کام سپرد ہوا تیرھویں سن جلوس ۱۰۸۱ھ میں قاضی محمد حسین جونپوری محتسبؒ کی وفات پر سید محمد قنوجیؒ کے ایک بیٹے کو احتساب کی خدمت سپرد ہوئی۔

۱۱- مولینا محمد اکرم ولد مولینا یحییٰ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا محمد اکرم ولد محمد یحییٰ لاہوریؒ، فتاوی عالمگیری کے مدونین میں شامل رہے۔ اس کام کی ابتدا میں چوتھائی کام کا اہتمام ان کے سپرد رہا۔ جیساکہ شیخ نظام الدین برہانپوریؒ کے حالات میں مذکور ہے۔ جناب صادق علی دلاوریؒ نے فتاوی عالمگیری کے مدونین کے عنوان کے تحت ملا محمد اکرمؒ ولد ملا یحییٰ لاہوریؒ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے کتب متداولہ کئی بار عبور کیں۔ حلم وبردباری اور پرہیز گاری میں آدمی کی صورت میں فرشتہ تھے۔ شہزادہ کام بخش کے استاد بھی تھے۔ فتاوی عالمگیری کے ایک ربع کی ترتیب وتالیف پر مامور تھے ۱۰۹۴ھ کے اواخر میں ستر سال سے زائد عمر پاکر رحلت فرمائی۔ مولینا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا قول ہے کہ مولینا یحییٰؒ کے بیٹے مولینا محمد اکرمؒ کی فضیلت کو اس دور میں کوئی نہیں پہنچتا (عنوان ۱۳ میں نمبر ۱۵، ۱۴ ملاحظہ ہوں)

۱۲- مولینا محمد شفیع ولد شیخ شریف سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا محمد شفیعؒ (م ۱۱۴۰ھ) ایک بلند پایہ بزرگ عالم دین تھے۔ سلطان عالمگیرؒ کو آپ سے خاص عقیدت تھی شہزادے آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے تھے۔ آپ کے آباء واجداد میں خواجہ محمد غزنویؒ، حضرت بندہ نواز سید احمد گیسو دراز کے خالہ زاد تھے۔ بغداد سے غزنی، غزنی سے سرہند پھر دہلی اور بہار میں مقیم رہے۔ مولینا محمد شفیع صاحبؒ نسب کے اعتبار سے شیخ عثمانی ہیں آپ کا نانہالی سلسلہ گیارھویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتا ہے اور اس حیثیت سے آپ حسنی اور حسینی ہیں آپ کو مولوی معنوی کا خطاب بھی ملا ہوا تھا چنانچہ ایک دستاویز جس پر مختلف بادشاہوں کی تیرہ مہریں ثبت ہیں اس میں ایک فرمان کی عبارت یوں ہے کہ

"بدستور قدیم حضرت فضیلت وکمالات دستگاہ مولوی معنوی ملا محمد شفیع سلمہ اللہ تعالےٰ معاف شد"

سلطان عالمگیرؒ غازیؒ نے مختلف فرامین کے ذریعہ آپ کی خانقاہ اور دیگر ضروریات کے لئے جاگیریں عطا فرمائیں ایک چھوٹی سی مسجد اور اس سے ملحق چھوٹا حجرہ آپ کی عبادت گذاری کے لئے تعمیر کرایا غالباً آپ عہدہ قضا پر بھی مامور رہے کیونکہ ایک دستاویز میں یوں لکھا ہے کہ

"بمہر قاضی محمد یوسفؒ وملا محمد شفیعؒ"

آپ کی تصنیفات میں سے کوئی چیز موجود نہیں البتہ آپ کے علم وکمال کی یہ یادگار موجود ہے کہ آپ فتاوی تدوین میں الشیخ وجیہ الربؒ کے ساتھ شامل رہے اور آپ کا روزینہ مقرر تھا جیسا کہ ایک فرمان میں درج ہے کہ

"از خزانہ برکات سعادت بشرط جمع فتاوی عالمگیری بہمراہی شیخ وجیہ الربؒ در وجہ معاش الشیخ محمد شفیع ولد الشیخ محمد شریف مقرر بود" نیز ایک فرمان میں یوں درج ہے کہ

"موازی یکصد وسی بیگہ افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ "اوکری" سرکار وصوبہ بہار در وجہ مدد معاش اد مرحمت

فرمودیم و اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشند آنرا اعتبار بکنید و یومیہ مذکور برطرف شمارند،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یومیہ وظیفہ جو بقرائن دیگر ۱۱ سنہ جلوس میں ایک روپیہ بارہ آنہ تھا بعد میں یہ وظیفہ موقوف ہوکر اسکی بجائے ۱۵ سنہ جلوس ۱۰۸۳ھ میں آپ کو پرگنہ "اوکری،، میں سے ایک سو تیس بیگہ زمین بطور مدد معاش جاگیر عطا کی گئی تھی سند شاہی پر تفصیلات مذکور ہیں اور جائیداد آپ کے خاندان میں اب تک موجود ہے آپ نے سو سال سے زائد عمر پائی ۔

۱۳۔ مولٰینا وجیہ الرب رحمۃ اللہ علیہ ۔

مولٰینا وجیہ الربؒ کے متعلق یہ حوالہ ملتا ہے کہ آپ مولوی معنوی مولٰینا محمد شفیع سرہندی رحمہ کے ساتھ فتاوی عالمگیری کے مدونین میں شامل تھے اور آپ کا وظیفہ بھی تھا جیساکہ مولٰینا محمد شفیع رحمہ کے حالات میں مذکور ہے ۔

۱۴۔ مولٰینا سید محمد فائق ولد سید محمد شائق رحمۃ اللہ علیہ ۔

مولٰینا سید محمد فائقؒ ولد سید محمد شائق رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نامور علمائے دین میں سے تھے آپ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں شامل رہے ۔ چنانچہ ایک دستاویز میں ہے کہ "شرح یادداشت واقعہ روز جمعہ ششم شہر ذی قعدہ ۱۶ سنہ جلوس والا، موافق ۱۰۸۴ھ مبلغ دو و نیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہمراہ ملا محمد اکرمؒ در وجہ معاش سید محمد فائق ولد سید محمد شائق بشرط جمع فتاوی عالمگیری،، نیز لکھا ہے کہ "عوض یومیہ مذکور یک صد و پنجاہ بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت از پرگنہ " ایکل" سرکار و صوبہ بہار در وجہ مدد معاش اوم رحمت فرمودیم،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں مولٰینا محمد اکرمؒ کے ساتھ شامل رہے اور آپ کا یومیہ وظیفہ دو روپیہ آٹھ آنہ تھا اور بعد میں وظیفہ کی بجائے آپ کو بطور مدد معاش" ایکل" میں ایک سو پچاس بیگہ زمین جاگیر دی گئی تھی ۔

۱۵۔ مولٰینا قاضی محمد اکرم خان رحمۃ اللہ علیہ ۔

مولٰینا محمد اکرمؒ، مولٰینا سید محمد فائقؒ کے ساتھ فتاوی عالمگیری کے مدونین میں شامل تھے اور صاحب وظیفہ تھے ۔ جیساکہ مولٰینا محمد فائق رحمہ کے حالات میں درج ہے مآثر عالمگیری میں ہے کہ ۱۶ رجب (۱۱۱۶ھ) کو قبلہ عالم (یعنی سلطان عالمگیرؒ) بہادر گڑھ روانہ ہوئے رجب کا نصف مہینہ اور ماہ شعبان مسافت طے کرنے میں گذرا اثنائے راہ قاضی محمد اکرم خانؒ کا پیمانہ عمر لبریز ہوگیا اور انہوں نے وفات پائی ۔ خان مذکورہ فقہ کے بڑے عالم تھے اپنی پایہ شناسی اور بندہ نوازی سے خان صاحب مذکور کو ہمیشہ لفظ "اعلم" سے یاد فرماتے تھے اھ ۔ واللہ اعلم یہ مولٰینا محمد اکرم لاہوریؒ ہی ہیں جن کا ذکر عنوان ۱۳ کے نمبر ۱۱ میں گذر چکا ہے اور سن وفات ۱۰۹۴ھ میں سہو ہے یا یہ ایک اور قاضی محمد اکرم خانؒ ہیں جنکی وفات ۱۱۱۶ھ میں ہوئی (عنوان ۱۳ میں نمبر ۱۱، ۱۴ ملاحظہ ہوں)

۱۶۔ مولٰینا الشیخ علامہ ابو الفیض شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولٰینا الشیخ علامہ ابوالفیض شاہ عبدالرحیم دہلویؒ، شاہ وجیہ الدین دہلویؒ کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد ماجد تھے ۔ شاہ وجیہ الدینؒ شاہ جہاں اور عالمگیرؒ کے عہد میں ممتاز فوجی عہدوں پر فائز رہے ۔ الشیخ علامہ ابوالفیض شاہ عبدالرحیم دہلویؒ دیار ہند کے عالم کبیر، محدث، فقیہ اور عارف باللہ بزرگ تھے ۔ آپ فتاوی عالمگیری پر نظر ثانی کرنے والی جماعت میں شامل رہے آپ کو مولٰینا الشیخ علامہ حامد جونپوریؒ نے جوکہ قاضی محمد زاہد بن محمد اسلم ہرویؒ کے مدرسہ میں آپ کے ہم سبق رہ چکے تھے ۔ انہوں نے آپ کو فتاوی عالمگیری پر نظر ثانی کے کام میں شامل ہونے کی ترغیب دی چونکہ آپ کے والد شاہ وجیہ الدینؒ وفات پا چکے تھے ۔ حالات کا تقاضا بھی تھا ۔ لہٰذا والدہ محترمہ کے اصرار پر آپ اس کام میں مشغول ہوگئے ۔ آپ کے مرشد خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادیؒ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ وظیفہ چھوڑ دو ۔ عرض کیا کہ والدہ محترمہ کا اصرار ہے وہ ناراض نہ ہوجائیں آپ دعا فرمائیں کہ وظیفہ خود ہی بند ہوجائے تاکہ آپ کا ارشاد بھی پورا ہوجائے

اور والدہ ماجدہ کی ناراضگی کا خدشہ بھی نہ رہے۔ چنانچہ جب وظائف کے عزل ونصب کا وقت آیا تو آپ کے لئے وظیفہ کی بجائے جاگیر تجویز ہوئی چنانچہ حکم صادر ہوا کہ "اگر خواستہ باشد ایں قدر زمین بدہید" یعنی اگر چاہیں تو انہیں بقدر تنخواہ زمین کی جاگیر دے دی جائے، اسی طرح آپ کا وظیفہ تو بند ہوگیا اور جاگیر آپ نے قبول نہ فرمائی، آپ نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی جس میں علوم وفنون خصوصاً حدیث پڑھنے کے لئے دور دور سے طلبار آتے تھے۔ ایک دفعہ سلطان عالمگیرؒ نے ازراہ عقیدت شوق ملاقات کا اظہار کرتے ہوئے بلا بھیجا مگر آپ نے معذرت فرمادی۔ اور قاصد کے اصرار پر معذرت نامہ لکھ دیا۔ جسے عالمگیر نے بطور تعویذ اپنی جیب میں رکھا آپ آخری عمر میں جسمانی لحاظ سے خاصے کمزور ہوگئے تھے اسی حالت میں رمضان المبارک کے روزے رکھے آپ اکثر "استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم" کا ورد رکھتے تھے بالآخر آپ کی علالت شدید ہوگئی ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ کی صبح پو پھٹنے سے قبل کئی بار دریافت فرمایا کہ کیا فجر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ کسی خادم نے کہا کہ ابھی نہیں تو فرمایا اگر تمہاری نماز کا وقت نہیں ہوا تو نہ سہی ہماری نماز کا وقت تو ہو چکا ہے، مجھے قبلہ رخ کردو اس کے بعد اشاروں سے نماز فجر ادا کی اور اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہونے کی حالت میں انتقال فرماگئے آپ نے بروز بدھ ستر سال کی عمر میں بعہد فرخ سیر وفات پائی اور مہندیوں میں تدفین ہوئی۔

۱۷۔ قاضی عصمت اللہ فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا قاضی عصمت اللہ فاروقی لکھنویؒ (م ۱۱۱۳ھ) قاضی عبدالقادر فاروقی لکھنویؒ (م ۱۰۷۶ھ) کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ سے جاملتا ہے۔ قاضی صاحبؒ نے اپنے والد ماجدؒ اور مولانا مفتی وجیہ الدین گوپامئویؒ سے تعلیم حاصل کی آپ ارض ہند کے فاضل بزرگ اور علم فقہ پر کامل عبور رکھتے تھے۔ حافظ قرآن وعلوم عربیہ کے ماہر تھے اور فتاوی عالمگیری کے مدونین میں شامل تھے۔ آپ مرادآباد کے والی بھی رہے نہایت سخی، ایثار پیشہ مستحقین پر خرچ کرنے والے اور صاحب ثروت عالم دین تھے روزانہ دو سو دینی طلبار کو کھانا کھلانا اور رمضان شریف میں روزانہ ایک ہزار آدمیوں کے لئے کھانا پکوانا معمول تھا آپ نے علماء ومشائخ کو اپنی جاگیروں سے سات گاؤں اور خراجی زمینوں سے ایک لاکھ کاشتکار مع مویشی دیئے۔ بلاد دکن سے واپسی پر ساحل نربدہ (یا مقام برہنارہ) پر ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی اور لکھنؤ کے قریب بھدانوہ میں تدفین ہوئی۔

۱۸۔ مفتی ابوالبرکات دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا مفتی ابوالبرکات دہلوی رح عالم کبیر اور فقیہ نامدار تھے۔ آپ کا شمار اس زمانہ کے کبار فقہائے احناف میں ہوتا تھا۔ آپ نے فقہی مسائل پر مشتمل کتاب "مجمع البرکات" دو ضخیم جلدوں میں تصنیف کی جس کی تاریخ تکمیل ۹ ذی الحجہ ۱۱۱۶ھ ہے آپ کو فقہ واصول سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ فتاوی عالمگیری کے مدونین میں شامل رہے۔

۱۹۔ مولانا جلال الدین مچھلی شہری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا الشیخ العالم الفقیہ جلال الدین ہاشمی مچھلی شہریؒ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے آپ فقہ اور اصول کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے عمر بھر درس وتدریس اور افادہ طلبار میں مصروف رہے۔ سلطان عالمگیرؒ نے آپ کو فتاوی عالمگیری تالیف کرنے والی جماعت میں شامل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فتاوی عالمگیری کی ایک جلد تصنیف کی

۲۰۔ مولانا الشیخ احمد بن ابو المنصور گوپامئوی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا الشیخ احمد بن ابوالمنصور الخطیب گوپامئویؒ اکابر فقہائے احناف میں سے تھے گوپامئو کے علمی خطہ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجدؒ اور فقیہ الشیخ احمد امیٹھویؒ سے اخذ علم کیا جب الشیخ احمد بن ابوالمنصور الخطیبؒ کے علم وفضل اور مہارت فقہ کا شہرہ

سلطان عالمگیرؒ تک پہنچا تو اس نے آپ کو فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین میں شامل کرلیا۔ایک روپیہ یومیہ اور کچھ غلہ وظیفہ مقرر ہوا۔آپ کے وظیفہ کی دستاویز ۱۰۸۰ھ میں یہ بھی ذکر ہے کہ" یہ وظیفہ انہیں شیخ وجیہ الدین گوپامئویؒ کی تصدیق سے دیا جاتا ہے"، منقول ہے کہ الشیخ احمد گوپامئویؒ نے اپنے استاد الشیخ احمد امیٹھوی رح (یعنی ملاجیونؒ) کے ساتھ حجاز مقدس کا سفر بھی کیا اور پھر وہیں رہ گیا۔

۲۱۔مولٰینا فصیح الدین پھلواری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا فصیح الدینؒ (م ۱۱۱۹ھ)، کا وطن، بہار کا ایک مردم خیز خطہ، قصبہ پھلواری تھا آپ اہلِ پھلواری کے مورث اعلیٰ حضرت امیر عطاء اللہ جعفریؒ کے پڑپوتے تھے، سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے ملا عوض وجیہؒ سمرقندیؒ اور شیخ احمد امیٹھوی عرف ملاجیونؒ سے علم حاصل کیا اور اپنے استاد ملا عوض وجیہؒ کے ذریعہ عالمگیرؒ کے دربار میں پہنچے اور اپنے تبحر علمی کی بناپر فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شامل کئے گئے۔سلطان عالمگیرؒ نے ان کی علمی قابلیت کی قدر کرتے ہوئے بطور مدد معاش ایک سو بیگہ اراضی اور ایک روپیہ یومیہ وظیفہ مقرر کیا تھا معارف اعظم گڑھ اپریل ۱۹۴۷ء میں اور "برصغیر پاک وہند میں علم فقہ" میں آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲۲۔مولٰینا قاضی عبدالصمد عثمانی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا قاضی عبدالصمد جونپوریؒ ایک فاضل، عالم متبحر اور فقہ واصول کے ماہر تھے۔آپ ہندوستان کے معروف عالم علامہ محمد رشید بن مصطفٰے عثمانی جونپوریؒ (م ۱۰۸۳ھ) کے بھتیجے اور شاگرد تھے۔علامہ محمد رشیدؒ کا سلسلہ نسب شیخ سری بن مفلس سقطی عثمانی رحمتک جا پہنچتا ہے۔علامہ محمد رشید صاحبِ تصانیف تھے فنِ مناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" انہیں کی تصنیف ہے۔آپ کے مایہ ناز شاگرد قاضی عبدالصمد جونپوریؒ جب دہلی آئے تو علمائے کرامؒ کی اس جماعت میں شریک ہوگئے جو فتاویٰ عالمگیری کی تالیف پر مامور تھی۔بعد میں دکن کے قاضی رہے۔پھر لکھنؤ منتقل ہوگئے۔سلطان عالمگیرؒ آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔کئی گاؤں آپ کی جاگیر میں عطا کئے تھے۔آپ کی وفات دکن میں ہوئی میتؒ "سو کلائی" گاؤں میں لائی گئی اور قاضی باغ (حدیقۃ القاضی) میں تدفین ہوئی۔

۲۳۔مولٰینا عبدالفتاح صمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا ابوالفرج عبدالفتاح بن ہاشم حسینی صمدانیؒ کا شمار مشاہیر فقہائے ہند میں ہوتا ہے۔آپ نے مرکزِ علم جونپور میں سید محمد جونپوریؒ سے علم حاصل کیا پھر دہلی گئے تو قاضی محمد زاہد بن محمد اسلم ہرویؒ کے شاگرد ہوئے آپ نے علم وتحقیق اور فضل وکمال میں یہاں تک ترقی کی کہ فقہائے عظامؒ اور علمائے کرامؒ کی اس جماعت میں شامل کئے گئے جنہوں نے فتاویٰ عالمگیری مدوّن کرکے اہم علمی وفقہی خدمت سرانجام دی۔

۲۴۔مولٰینا الشیخ محمد سعید انصاری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا الشیخ محمد سعید انصاری سہالوی رح، مولٰینا قطب الدین سہالوی شہیدؒ کے دوسرے فرزند ارجمند تھے اور مولٰینا نظام الدین انصاری سہالویؒ بانی درسِ نظامیہ کے بڑے بھائی تھے۔حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔لکھنؤ سے تیس بتیس میل کے فاصلے پر واقع ایک بستی "سہالی" کے رہنے والے تھے۔جب مولٰینا قطب الدین سہالویؒ کو ۱۱۰۳ھ میں اہل دہ نے شہید کر دیا تو آپ اہل وعیال سمیت لکھنؤ چلے گئے۔سلطان عالمگیرؒ سے جو ان دنوں بلاد دکن میں تھا، باپ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا۔سلطان نے انہیں لکھنؤ میں ایک شاندار محل عطا کیا جس میں اس

سے قبل ایک فرنگی تاجر رہتا تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر وطن واپس چلا گیا تھا اور وہ محل، فرنگی محل سے مشہور تھا۔ مولینا محمد سعید اہل و عیال اور بہن بھائیوں سمیت لکھنؤ فرنگی محل میں سکونت پذیر ہوئے عالمگیرؒ نے صوبہ دار لکھنؤ کو فرمان بھیجا کہ مولینا قطب الدین سہالویؒ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے اور ان کا غرور و پندار خاک میں ملا دیا جائے۔ شاہی فرمان پاکر قاتلوں کا گھر بار غارت کر دیا گیا گاؤں ویران ہوگیا اور کچھ ملازم ڈر کے مارے روپوش ہو گئے۔ شیخ محمد سعیدؒ انتہائی صاحب عفت اور عالم باعمل تھے۔ جب دارالخلافہ دہلی گئے تو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے شاہ عالم کے عہد میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

۲۵۔ مولینا محمد جمیل صدیقی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولینا محمد جمیل بن مفتی عبدالجلیل بن مفتی شمس الدین صدیقی بروتوی جون پوریؒ، جونپور کے علمی خاندان کے مشہور بزرگ تھے۔ نہایت ذہین اور پاکیزہ فکر کے حامل تھے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی ذہانت اور فطانت کی وجہ سے آپ کو ملا جلال اور ملا شریف کہا کرتے تھے۔ صاحب تصانیف تھے علم معانی و بیان کی مشہور کتاب "مطول"، علم نحو کی کتاب "شرح جامی" کی بحث عطف پر حواشی، تصوف کے متعلق "تنبیہات جمیلی" اور علم فقہ کے بارے میں رسالہ سپرد قلم کئے۔ آپ کا بڑا علمی کارنامہ، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شمولیت ہے جس کے لئے آپ کا انتخاب خود سلطان عالمگیرؒ نے کیا تھا۔

۲۶۔ مولینا ابوالواعظ ہرگامی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا ابوالواعظ بن صدرالدین بن محمد اسمٰعیل بن قاضی عمادالدین احمد عمری بدایونی ہرگامیؒ اپنے دور کے فاضل اور مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کے چچازاد بھائی مولینا محب اللہ الہ آبادیؒ بہت بڑے عالم اور کبار مشائخ چشتیہ میں سے تھے جنہوں نے مفتی عبدالسلام لاہوری سے تعلیم حاصل کی اس زمانے میں (وزیر سعداللہ خانؒ چنیوٹی اور شیخ محمد میر سائیں سیوستانیؒ بھی مولینا محب اللہؒ کے ہم درس تھے جب عہد شاہجہانی میں سعداللہ خانؒ وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے تو انہوں نے اپنے دونوں ہم درسوں کو دہلی آنے کی دعوت دی شیخ محب اللہؒ چلے گئے انہیں عہدہ نظامت پر فائز کرکے الہ آباد بھیج دیا گیا اور شیخ محمد میر سائیں نے زہد و قناعت کی زندگی اختیار کی۔ اور پورے ساٹھ سال لاہور اقامت گزیں رہے جب شاہجہاں کشمیر سے واپس ہوا تو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ شیخ محمد میر سائیں نے ۱۰۴۵ھ میں لاہور میں وفات پائی آپ کی قبر" میاں میر" لاہور میں ہے۔ مولینا ابوالواعظ ہرگامیؒ کے متعلق آمدنامہ میں ہے کہ آپ بھی فتاویٰ عالمگیری کے مدونین میں شامل رہے۔

۲۷۔ مولینا محمد غوث کاکوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولینا محمد غوث کاکوریؒ (م ۱۱۱۸ھ) عارف باللہ اور اونچے درجے کے عالم ربانی تھے۔ صاحب تذکرۃ الانساب نجم الدین کاکوریؒ کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب چھبیس واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ نے شیخ ابوالواعظ ہرگامیؒ اور شیخ قطب الدین سہالوی شہیدؒ کی شاگردی کی نیز شیخ محمد زمان کاکوریؒ شیخ یعقوب بنانی لاہوریؒ سے بھی علوم حاصل کئے۔ سلطان عالمگیرؒ سے رابطہ ہوا تو اس نے آپ کو فتاویٰ عالمگیری کے مدونین کی جماعت میں شامل کر دیا۔ اور بعد میں آپ اودھ میں جزیہ کی وصولی پر مامور ہوئے اور درس و تدریس بھی جاری رکھا۔

۲۸۔ مولٰینا قاضی محمد دولت فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا قاضی محمد دولت فتح پوری رح اپنے دور کے فاضل علمائے احناف میں سے تھے۔ سہالی میں پیدا ہوئے۔ شیخ قطب الدین شہیدؒ کے شاگرد تھے۔ دہلی آئے تو فتاوی عالمگیری کے مدوّنین میں شامل کرلئے گئے بعد میں سید محمد الحسینی قنوجیؒ کی سفارش پر شہر سورت کے قاضی مقرر ہوئے تھے کہ راستہ میں راہزنوں نے شہید کردیا۔

۲۹۔ مولٰینا امیر میراں علامہ ابوالفرح رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا امیر میراں علامہ ابوالفرح رح کے متعلق معارف اعظم گڑھ بابت مارچ ۱۹۴۸ء میں بحوالہ حیات جلیل لکھاہے کہ امیر میراں علامہ ابوالفرح رح المعروف سید معدنؒ، فتاوی عالمگیری کی ترتیب و تالیف میں دیگر علمائے عصر کے دست و بازو تھے۔

۳۰۔ مولٰینا سید عنایت اللہ مونگیری رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ قاضی سید عنایت اللہ بن قاضی سید عبد النبی بن سید عبد السلام بن سید شاہ جمال الدین بن سید شاہ احمد جاجیریؒ یانی خاندان بارہ گاؤں سورج گڑھ۔ قاضی سید عنایت اللہؒ نے ابتدائی کتب اپنے وطن میں پڑھیں پھر دہلی میں بطور مسافر آئے کسی نے شام کا کھانا اور رات رہنے کی اجازت دی۔ آپ رات گئے تک تلاوت کررہے تھے کہ کوتوالِ شہر گشت کرتا ہوا آنکلا وہ آپ کی تلاوت سُنتا رہا اور متاثر ہوا صبح کو طلب کیا اور حالات معلوم کرکے اپنی سفارش سے شاہی مدرسہ میں داخل کرادیا۔ بعد میں آپ اسی مدرسہ میں معلم رہے اور فتاوی عالمگیری کے مدوّنین میں بھی شامل ہوئے آپ کے والد سورج گڑھ اور کھرا کے قاضی تھے ان کے انتقال کے بعد شرفائے سورج گڑھ کی درخواست پر والد کی جگہ قاضی مامور ہوئے اور عالمگیرؒ نے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دو حمائلیں بھی عنایت کیں معارف اعظم گڑھ بابت اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ہے کہ آپ فتاوی عالمگیری کے مدوّنین میں شامل رہے اور قصبہ سورج گڑھ اور کھرا کے قاضی مامور ہوئے۔ عہدہ قضا پر سرفراز ہوتے وقت جو فرمان جاری ہوا وہ بھی معارف اعظم گڑھ بابت اکتوبر ۱۹۴۷ء میں محفوظ ہے اس تفصیلی فرمان سے عہدِ مغلیہ کے فرامین کی یہ حیثیت واضح ہوتی ہے کہ وہ کس نوعیت کے حامل ہوتے تھے۔

۳۱۔ مولٰینا غلام محمد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا غلام محمد لاہوریؒ کے متعلق معارف اعظم گڑھ بابت مارچ ۱۹۴۸ء میں مولٰینا حافظ مجیب اللہ ندوی کا بیان ہے کہ مولٰینا ابوظفر ندویؒ نے ایک خط میں بحوالہ ایک قلمی کتاب "آثار اشرف" لکھا تھا کہ مولٰینا غلام محمد لاہوریؒ بھی مؤلفین فتاوی عالمگیری میں شامل رہے۔

۳۲۔ مولٰینا شیخ جلال الدین محمد جونپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا شیخ جلال الدین محمد جونپوریؒ کے متعلق اسلامی قانون نمبر چراغ راہ میں بحوالہ "مشاہیر جونپور" لکھاہے کہ آپ مدوّنین فتاوی عالمگیری میں شامل تھے اور دوسرے حصہ کی ترتیب کے اہتمام پر مقرر تھے البتہ جو فقہاء آپ کی نگرانی میں کام کرتے تھے ان کی تعداد معلوم نہیں ہوسکی۔

۳۳۔ مولٰینا ضیاء الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ۔

مولٰینا ضیاء الدین محدثؒ کے متعلق اسلامی قانون نمبر چراغ راہ میں ہے کہ آپ بھی فتاوی عالمگیری کے مدوّنین میں شامل ہے۔ وغیرہم

نیز حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی م ۱۰۳۴ھ کے صاحبزادے حضرت عروۃ الوثقی شیخ محمد معصوم (م ۱۰۷۹ھ) جو اپنے والد ماجد کے خلیفہ، اپنے بھائیوں اور وقت کے شیوخ میں ممتاز، صاحبِ فضائل و کمالات اور صاحب تصانیف تھے اور سلطان عالمگیر کے بھی شیخ تھے۔ آپ سلطان عالمگیر کی درخواست پر کئی بار دار الخلافہ تشریف لائے اور حضرت مجدد الف ثانی کے ایک اور صاحبزادے خازن الرحمت حضرت خواجہ شیخ محمد سعید (م ۱۰۷۰ھ) بھی سلطان عالمگیر کے اصرار پر دہلی تشریف لائے تھے نیز حضرت شیخ محمد معصوم نے اپنے صاحبزادے محی السنۃ حضرت شیخ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ) کو سلطان عالمگیر کی روحانی تربیت کے لئے مامور فرمایا تھا۔ جنہوں نے سلطان عالمگیر کو سالکِ طریقت بنادیا اور سلطان عالمگیر کو آپ سے بھی گہری عقیدت تھی۔ جیسا کہ کتاب ہذا کے ص۲۸ میں مذکور ہے۔

۱۴۔ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں جماعتی محنت اور محتاط و متین طریق کار

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف و تدوین، ترتیب و پڑتال کا کٹھن کام حضرت علامہ الشیخ نظام الدین برہانپوری کی سرکردگی میں نامور علمائے کرام کی عظیم تر جماعت نے ۱۰۷۳ھ بمطابق ۱۶۶۳ء میں شروع کیا اور ۱۰۸۱ھ بمطابق ۱۶۷۱ء تک جاری رہا۔ یہ کام کس مقصد، کسقدر اہتمام و محنت اور متانت سے کیا گیا اسکے متعلق اس کا اندازہ "عالمگیر نامہ" کے اس اقتباس سے ہوتا ہے جو کتاب برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ میں مذکور ہے چنانچہ لکھا ہے کہ "وچوں آں کتاب مستطاب صورت اتمام گیرد و بپیرایۂ اختتام پذیرد، جہانیان را از سائر کتب فقہی مغنی خواہد بود و برکات اجر و ثوابش ابدالآباد در نسخہ حسنات شہنشاہ مؤید قدسی ملکات مثبت و مرقوم خواہد گشت"۔ یعنی یہ کتاب (جسکی تصنیف سے متعلق تمام مصارف خزانہ شاہی سے پورے ہو رہے ہیں) جب یہ عمدہ تر کتاب تکمیل اور اتمام کے قالب میں ڈھل جائے گی اور اختتام کی صورت اختیار کرلے گی تو لوگوں کو تمام فقہی کتابوں سے بے نیاز کردے گی اور اس کے اجر و ثواب کی برکتیں ابدالآباد تک اس شہنشاہ ہند (یعنی عالمگیر اورنگ زیب) کے نامۂ اعمال میں ثبت اور رقم ہوتی رہیں گی جو نیکی کے اعتبار سے قدسی صفت انسان ہے اھ۔ اسیطرح مرآۃ العالم میں بختاور خان (م ۱۰۹۶ھ) نے اسکے متعلق لکھا ہے کہ "چنانچہ قریباً دو لاکھ روپیہ صرفِ لوازم ایں کتاب مستطاب کہ زیادہ از یک لکھ بیت باشد، شدہ، انشاء اللہ ہرگاہ آرائش تمام و پیرایۂ اختتام یابد جہانیان را از سائر (کتب) فقہی مغنی خواہد باشد یعنی اس عمدہ تر کتاب کے لوازمات میں مصارف تقریباً دو لاکھ روپیہ ہو چکے ہیں۔ اور کتاب کی ضخامت ایک لاکھ سطروں سے زیادہ ہی ہوگی۔ انشاء اللہ جب یہ کتاب مکمل اور اختتام پذیر ہوگی تو لوگوں کو تمام فقہی کتب سے بے نیاز کردے گی۔ اھ

چنانچہ اس کتاب کی تدوین کے لئے مختلف موضوعات کے ماہرین کی ذیلی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں ان کمیٹیوں کے سربراہوں کی قیادت الشیخ نظام الدین برہانپوری نے کی اور کام کی اہمیت کے پیش نظر سلطان عالمگیر خود بھی جو کہ ایک ممتاز عالم دین تھا، ظہر اور عصر کے درمیان کچھ وقت فتاوی عالمگیری کے مسودوں کی پڑتال میں صرف کرتا تھا۔

فتاوی کے مسودوں کی تدوین میں مدوّنین فتاوی علمائے کرام نے از خود احکام طے کرنے کی بجائے، ان طے شدہ تحقیقات کو یکجا کیا جو احناف کے ہاں طے شدہ تھیں۔ مغلیہ شاہی لائبریری جو بیس ہزار سے زائد کتب پر مشتمل تھی اور عالمگیری عہد میں کتبخانہ کا ناظم محمد صالح بن علیمی خان ترخان (سندھ) تھا کتبخانہ کا مہتمم مہابت خان کا پوتا محمد منصور تھا جسے مکرمت خان کا خطاب ملا ہوا تھا اور ۱۰۶۹ھ میں کتبخانہ کے مہتمم سید علی حسنی تھے فتاوی کی تدوین میں اس عظیم کتبخانہ سے استفادہ کیا گیا اور احناف کی صرف ایسی کتب کو ماخذ بنایا گیا جو جمہور فقہاء احناف کے ہاں معتبر اور مقبول قرار پائی ہوں۔

فتاوی عالمگیری کی مأخذ کتب میں سے بعض کی فہرست

چنانچہ "فتاوی عالمگیری" کی تدوین میں احناف کے جن معتمد فقہی ذخیروں سے اِستفادہ کیا گیا۔ جن قلمی مسوّدوں، قاضیوں کے فیصلوں، مُفتیوں کے فتووں اور مطبوعہ مقبول فقہی کتابوں سے احکام اخذ کئے گئے اِن سب کا احاطہ تو مشکل ہے تاہم مختلف صدیوں کے مختلف فقہاء کی مشہور کتب سے بعض کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	الاختیار شرح المختار	۲	الایضاح	۳	فتاوی آھو	۴	البرجندی	۵	البدائع والصنائع
۶	البحر الرائق	۷	الکنز الدقائق	۸	البرھانیۃ	۹	البزازیۃ	۱۰	التھذیب
۱۱	التمرتاشی	۱۲	التجنیس	۱۳	التحفۃ	۱۴	التبیین	۱۵	التتارخانیۃ
۱۶	الجامع الصغیر	۱۷	فتاوی الکرخی	۱۸	المضمرات	۱۹	جامع الجوامع	۲۰	جواھر الاخلاطی
۲۱	الجوھرۃ النیرۃ	۲۲	الحاوی القدسی	۲۳	خلاصۃ الفتاوی	۲۴	خزانۃ المفتیین	۲۵	خزانۃ الفتاوی
۲۶	فتاوی الخجندی	۲۷	خزانۃ الفقہ	۲۸	الذخیرۃ	۲۹	ذخیرۃ الفتاوی	۳۰	الزید
۳۱	الزاھدی	۳۲	الزاد	۳۳	السراج الوھاج	۳۴	محیط السرخسی	۳۵	فتاوی السراجیۃ
۳۶	الوقایۃ	۳۷	شرح الوقایۃ	۳۸	الشمنی	۳۹	الطحاوی	۴۰	شرح الطحاوی
۴۱	شرح المبسوط للسرخسی	۴۲	الشاھان	۴۳	منیۃ المصلی	۴۴	شرح المنیۃ	۴۵	منیۃ المفتی
۴۶	شرح الزیادات	۴۷	شرح الجامع الصغیر	۴۸	النقایۃ ابی المکارم	۴۹	مختارات النوازل	۵۰	شرح مجمع البحرین
۵۱	فتاوی الصغری	۵۲	فتاوی الصیرفیۃ	۵۳	الظھیریۃ	۵۴	العنایۃ	۵۵	العینی شرح الکنز
۵۶	العتابیۃ	۵۷	الغیاثیۃ	۵۸	الغایۃ السروجی	۵۹	غایۃ البیان	۶۰	فتح القدیر
۶۱	الفصول العمادیۃ	۶۲	فتاوی الفضلی	۶۳	فتاوی قراخانی	۶۴	الواقعات الحسامیۃ	۶۵	المختصر القدوری
۶۶	القنیۃ	۶۷	فتاوی قاضیخان	۶۸	الکافی	۶۹	کشف الکبیر	۷۰	الکفایۃ
۷۱	فتاوی الکبری	۷۲	المستصفی	۷۳	مختصر الطحاوی	۷۴	مبسوط خواھر زادہ	۷۵	محیط السرخسی
۷۶	المبسوط لامام محمد	۷۷	المختار	۷۸	المفید والمزید	۷۹	الملتقط	۸۰	المنتقی
۸۱	المصفی	۸۲	معراج الدرایۃ	۸۳	مختار الفتاوی	۸۴	المعدن	۸۵	محیط البرھانی
۸۶	فتاوی النسفی	۸۷	النوازل	۸۸	النوادر	۸۹	النھر الفائق	۹۰	النھایۃ
۹۱	النتف	۹۲	الھدایۃ	۹۳	الینابیع	۹۴	الیتیمۃ	۹۵	الوالوالجیۃ
۹۶	الواقعات	۹۷	التفاریق	۹۸	البستان	۹۹	الاضحیۃ النوازل	۱۰۰	الممم
۱۰۱	النافع	۱۰۲	الانفع	۱۰۳	الجامع البرامکۃ	۱۰۴	الغرائب	۱۰۵	جواھر الفتاوی
۱۰۶	العینی شرح الھدایۃ	۱۰۷	النوادر لابراھیم	۱۰۸	الابانۃ	۱۰۹	الروضۃ	۱۱۰	السیر الکبیر
۱۱۱	النصاب	۱۱۲	فتاوی اھل سمرقند	۱۱۳	التجرید	۱۱۴	فتاوی ابو اللیث	۱۱۵	المغنی وغیرہ

احکام کے اندراج میں انفرادی اور اختلافی آراء درج کرنے کی بجائے سوائے اسکے کہ کسی مسئلہ کا حکم اس کے علاوہ نہ ملا ہو یہ التزام کیا گیا کہ اس مجموعہ میں جمہور کا مسلک، ظاہر روایت اور مفتی بہ احکام درج ہوں۔ اور اگر کسی مسئلہ کے حکم میں خیر القرون میں ہی معتمد قول ایک سے زائد ہوں تو ترجیح یافتہ مسلک درج کیا گیا اور اگر مرجح مسلک نہ ملا ہو تو سبھی مفتی بہ اقوال یکجا درج کر دیئے گئے۔ نیز فتاوی عالمگیری کی مباحث کی ترتیب، فقہ کی مشہور اور قدیم کتاب "ہدایہ" کی طرح رکھی گئی۔

اس فتاوی میں مسائل اور ان کے احکام کے اندراج میں تکرار اور زوائد سے اجتناب کیا گیا سوائے اس کے کہ وہ تکرار کسی مفید اضافہ کا حامل ہو۔ نیز اس مجموعہ میں مزید ضخامت سے بچنے کے لئے دلائل کا اندراج نہیں کیا گیا۔ سوائے اس کے کہ کسی دلیل سے اس مسئلہ کے حکم کی وضاحت ہوتی ہو۔ یا وہ کسی اور مسئلہ کے حکم کو متضمن ہو۔

اس فتاوی میں مندرجہ تمام احکام کے ساتھ یہ التزام بھی کیا گیا کہ ان احکام کی ماخذ کتب کے نام کا حوالہ درج کیا گیا۔ اگر اس حکم کی عبارت اس ماخذ سے بعینہٖ لی گئی ہو تو اس کے ساتھ "کذا فی فلان" اور اگر بنا بر ضرورت اس حکم کی عبارت اس ماخذ سے مفہوماً لی گئی ہو تو اس کے ساتھ "ھکذا فی فلان" لکھا گیا۔

مسودہ کی تکمیل پر نظر ثانی کرنے والی جماعت میں جیسا کہ ذکر کیا گیا دیگر علمائے کرام کے علاوہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کے والد ماجد حضرت علامہ ابو الفیض شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی رح نے بھی شمولیت فرمائی۔ اور سلطان عالمگیر رح کی ذاتی نگرانی مزید برآں تھی۔ اور اسی لئے ایک دفعہ فتاوی کے متن کے ساتھ شیخ نظام الدین برہانپوری نے متعلقہ حاشیہ ملا کر پڑھ دیا۔ تو سلطان عالمگیر رح کی نشاندہی پر حضرت شیخ برہانپوری رح کو معذرت کرنا پڑی۔ غرضیکہ فتاوی عالمگیری" کی تدوین میں جماعتی محنت، محتاط اور متین طریق کار کا پہلو بساط بھر ملحوظ رکھا گیا۔

۱۵۔ فتاوی عالمگیری کی جامعیت، عظمت اور شانِ قبولیت

مذکور طریق کار سے اس مجموعہ فتاوی کی تدوین میں سینکڑوں علمائے ربانی نے مسلسل آٹھ سالہ محنت شاقہ کی اور ان کے وظائف اور تدوین کی دیگر ضروریات پر دو لاکھ یعنی موجودہ تقریباً بیس کروڑ سے بھی زائد روپیہ کے مصارف آئے تب جا کر اکسٹھ بحثوں پر مشتمل، تقریباً ایک ہزار سات سو اڑسٹھ (۱۷۶۸) عنوانات پر حاوی، نصف لاکھ سے زائد احکام اور ایک لاکھ سے بھی زائد سطور پر محیط، عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی تحقیقات کا ایسا مجموعہ تیار ہوا جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی، اسلام کے تفصیلی احکام میں عالم اسلام کے جمہور کا نقطہ اتحاد اور سبھی احناف کے ہاں ایسا مستند اور معتمد ہے۔ کہ اس کا نام آتے ہی سب قیل و قال دھری رہ جاتی ہے۔

اسی سنہری کارنامہ اور شہرہ آفاق مجموعہ کا نام

فتاوی عالمگیریہ

ہے۔ جو برصغیر ہند و پاک میں عہد عالمگیری" کی "شاہی مسجد" لاہور (تکمیل شدہ ۱۰۸۴ھ بمطابق ۱۶۷۳ء) سے بھی اہم، اسی عہد یعنی گیارہویں صدی ہجری کا عظیم "علمی شاہکار" ہے۔

فتاوی عالمگیری کی تدوین کی تکمیل دیڑتال کے بعد سلطان عالمگیرؒ کے ممالک محروسہ میں یہ منادی کرادی گئی تھی کہ جمہور مسلمانوں کے لئے کتاب و سنت کی تعبیرا ور ان سے ماخوذ تفصیلی احکام میں، اسی فتاوی پر فتوی ہوگا اور اس سے خلاف ورزی پر مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ سلطان محمد شاہؒ کے عہد ادا خرتک اسی فتاوی پر عمل رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں ۱۷۹۱ء تک جو رکے لئے قطع ید کی حد جاری رہی۔ پھر جب حالات مزید بدل گئے تو برصغیر میں مسلمانوں کا اقتدار اور ان کی مذہبی اقدار، دونوں تیزی سے رو بتنزل ہونا شروع ہوئے۔

دراصل سلطان ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ کے جانشینوں میں کوئی بھی اپنے پیشرووں کا پایہ نہ پاسکا۔ اختلافات، تنازعات، باہمی چشمک اور رقابتوں کے نتیجہ میں خانہ جنگیاں اور خانہ جنگیوں کے نتیجہ میں کمزوری، لامرکزیت، پست ہمتی، آرام طلبی اور مذہبی بے راہ روی نے بالآخر حالات کا یہ رخ دکھایا کہ جس عالمگیرؒ کی سلطنت کا سکہ اور اس کا خطبہ، موجودہ بھارت، بنگلہ دیش، ملحقہ جزائر، پاکستان، کشمیر، مضافاتِ تبت، افغانستان اور بلخ و بخارا تک حاوی اور جاری تھا اس کے بعد چند ہی واسطوں سے اس کا جانشین سراج الدین بہادر شاہ ظفر، ایک غیر ملکی تجارتی کمپنی کے نرغہ میں، ایک بے یار و مددگار، ایک مفلس و قلاش بلکہ ان کی عدالت کے کٹہرے میں ایک گرفتار مجرم کی طرح، بے کس و بے بس کھڑا تھا۔ اور برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں عوام، مٹھی بھر غیر ملکی فرنگی کمپنی کی حکومت، اس کے نظام اور اس کی تہذیب کے سامنے مجبور و محکوم نظر آرہے تھے۔ اور جس سرزمین میں، مسلمانوں کے اقتدار کا آفتابِ عالمتاب صدیوں سے ضیا پاشیاں کرتا چلا آرہا تھا وہ اسلام کے مضبوط حصار سے بے اعتنائی کے نتیجہ میں، اختلاف و انتشار کے سیاہ بادلوں میں گھر گیا اور پھر قدرت کے اٹل قانون " وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ " آیت ۴۶ سورۃ انفال یعنی آپس میں جھگڑے مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، کا مصداق بن کر ایسا غروب ہوا کہ ایک طویل عرصہ تک گھمبیر اندھیرا، اس سرزمین کا مقدر بن گیا۔

غرضیکہ عہد عالمگیری کے بعد جب باہمی انتشار، ملی اور قومی مفاد کی بجائے ذاتی وقار، شخصی منافع اور جوڑ توڑ کی سیاست سے حالات بدل گئے تو روبزوال سلطنت میں انقلاب در انقلاب سے مذہبی امور میں بھی حکام کی غفلت بڑھ گئی۔ خود غرض لوگ حسبِ خواہشات، غیر جمہوری اور اختلافی روایات سے کام لینے لگے۔ اس سے دینی امور کی مرکزیت بھی خلل پذیر ہوئی۔ یہاں کے مسلمانوں کی فکری وحدت مزید مجروح ہوئی۔ مسائل میں اختلاف کے فروغ سے ذہنی انتشار اور خلفشار کو تقویت ملی۔ انگریزی عہد میں ان اختلافات نے ایسی حوصلہ افزائی پائی کہ غلامی کی تاریکی میں افراط و تفریط کی کجروی سے شاہراہِ اعتدال مزید اوجھل ہوگئی۔ ملی وحدت کا شیرازہ بکھرا۔ قومی اتحاد پارہ پارہ ہوا اور ایک خدا، ایک رسول، ایک سنت حتی کہ ایک فقہ کے دعویدار کئی ٹولیوں، کئی حلقوں اور کئی ذیلی دائروں میں بٹ گئے۔

اس افسوسناک، اندوہناک اور المناک صورت حال کے ایک عرصہ تک چھائے رہنے کے بعد، جب جہاد آزادی میں یہاں کے جمہور متحد ہوئے تو اس وقتی اتحاد کے نتیجہ میں قوم نے ایک ہی جست میں انگریز اور ہندو دونوں کے پنجہ استبداد سے بیک وقت آزادی حاصل کرلی۔ صدیوں کی چھائی ہوئی ظلمتیں چھٹ گئیں۔ اور

" آفتاب تو اُٹھا رخصت اندھیرا ہوگیا ۔ موت سوتی زندگی جاگی سویرا ہوگیا "

مگر حصول آزادی کے باوجود، یہاں کے جمہور میں، دیرپا فکری وحدت کے حصول اور اس کے قیام و بقا کے لئے جدوجہد کی ضرورت باقی رہی۔ ہمارا ماضی اور حال شاہد ہے کہ یہ ضرورت وقت کی اہم ترین اور اشد ترین ضرورت ہے اور

اس سرزمین میں اس کی آسان، مناسب اور قابلِ عمل صورت صرف یہ ہے کہ
اگر پاک قوم کا ہر مخلص کارکن اور ملک و ملت کا خیر خواہ ہر قائد و سائق، یہاں کے جمہور کو پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے، انہیں ان کے مذکورہ اسلامی نقطۂ اتحاد پر متحد کرنے کی مقدس سعی کرے اور اس میں پیش آمدہ رکاوٹوں اور مداخلتوں کو پھلانگتے ہوئے، عزم صمیم کے ساتھ آگے بڑھے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ پاک قوم عہدِ غلامی کی ناخوشگوار تلخیوں کو، خوشگوار صورتِ حال میں تبدیل کر کے " وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا "، کی حسین منزل کو حاصل نہ کرے اور پھر باہمی اتحاد و یگانگت کی ناقابل تسخیر قوت سے ہر پیچیدہ مسئلہ کو حل نہ کرلے۔

پاکستان ایک باعزم، دلیر اور محنتی قوم کا ملک ہے۔ وقت کے چیلنج کا کامیاب مقابلہ کرنے میں اس قوم کی تاریخ، اس کے کارہائے نمایاں سے بھری پڑی ہے۔ اس کا جذبہ، حوصلہ اور ایثار مثالی ہے اور وہ آج بھی ایک عظیم کلچر اور تاریخ کی حامل، باہمت قوم کی طرح، وقت کے ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتی ہے ضرورت صرف خلوص، تنظیم اور محنت کی ہے۔

بہرحال فتاویٰ عالمگیری، جسے عرب ممالک میں " فتاویٰ ہندیہ "، سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ، پورے عالمِ اسلام میں اس کی اہمیت مسلم، مقبولیت عام اور شہرت بین الاقوامی ہے۔ یہ ترکانِ عثمانی کی خلافت میں اسلامی تفصیلی احکام کے مأخذ کی حیثیت سے مروج رہا۔ یہ مصر میں مقبولیت پاکر ۱۲۸۲ھ میں اشاعت پذیر ہوا اور آج یہ فتاویٰ " اسلامی جمہوریہ پاکستان " میں کتاب و سنت کی تعبیرات اور اسلام کے تفصیلی احکام میں، پاک قوم کے جمہور کی امنگوں کا ترجمان اور یہاں اسلامی نظام کے قیام کے لئے دلیلِ راہ ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اسلاف کے اس ملی ورثہ سے مستفیض اور مستفید ہونے کی خاطر، اس سے کماحقہ رابطہ قائم رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

" ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ — پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ "

۱۶۔ فتاوی عالمگیری کی افادیت عام کرنے کے لیئے قابل قدر مساعی اور خوب سے خوب تر کی ضرورت

فتاوی عالمگیری جیسے اہم، مستند اور معتمد فتاوی کی افادیت عام کرنے کے لئے اسے مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی کوششیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں اس فتاوی کا اصل مجموعہ عربی میں ہے۔ مصر میں اس کی اشاعت مطبع میمنیہ اور مطبع امیریہ مصر میں ہوئی۔ برصغیر ہندو پاک میں یہ فتاوی مطبع مصطفائی وغیرہ میں شائع ہوا

فارسی زبان میں اس کے ترجمہ کے لئے عہد عالمگیری میں ہی، سلطان عالمگیرؒ کی نگاہ انتخاب مشہور ترکی عالم مولینا عبداللہ چلپی رومیؒ پر گئی تھی کا یہ عالم دین اورنگزیبؒ کے باپ شاہ جہان کے عہد حکومت میں فقیروں کے لباس میں ہندوستان آیا اور دہلی میں اقامت گزین ہوا۔ شاہ جہانؒ کے وزیر اعظم سعد اللہ خانؒ سے رابطہ پیدا ہوا تو وہ اس کے علم و فضل سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس کا باقاعدہ وظیفہ مقرر کردیا۔ پھر شاہ جہانؒ سے ملاقات ہوئی۔ تو اس نے اس پیکرِ علم کو یومیہ وظیفہ کا مستحق گردانا۔ شاہ جہان کے بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ وارثِ تختِ ہند ہوا تو اس نے ان کو اپنی نوازش ہائے شاہانہ اور عنایات خسروانہ کے لئے مختص کرلیا۔ اور فتاوی عالمگیری کے فارسی ترجمے پر مامور کیا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ فتاوی عالمگیری کے اس پہلے ترجمے کا جس کا خود اورنگ زیب عالمگیرؒ نے حکم دیا تھا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اس کے کچھ حصوں کا ترجمہ مع شرح مولینا قاضی نجم الدین علیؒ کاکوروی (تاریخ ولادت ۱۵ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ اور تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ) نے فورٹ ولیم کونسل کی خواہش پر کیا تھا جو ۱۸۱۳ء میں کلکتہ سے اور پھر کانپور اور لکھنؤ سے "کتاب الحدود" کے نام سے شائع ہوا اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد۔ دکن) میں "ترجمہ فتاوی عالمگیری" کے نام سے اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں "کتاب الحدود والسرقہ" کے نام سے موجود ہیں۔ پٹنہ لائبریری کے نسخے پر کتاب اور مصنف کا نام درج نہیں۔ غالباً یہ قاضی القضاۃ مولینا نجم الدینؒ کے مذکورہ ترجمہ کی کاپی ہے۔

اردو زبان میں فتاوی عالمگیری کا ترجمہ ۱۸۷۲ء میں مولینا سید امیر علی ملیح آبادی مرحوم (م ماہ رجب ۱۳۳۷ھ) نے کیا تھا۔ جو مفسر قرآن، اور کئی علمی کتابوں کے مصنف، شارح اور مترجم تھے یہ ترجمہ مطبع نولکشور (لکھنؤ) نے شائع کیا تھا۔ مطبع اودھ اخبار لکھنؤ نے ۱۸۹۳ء اور ۱۹۳۲ء میں اور پھر علمی پریس لاہور نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا۔ اس ترجمہ کے متعلق اس کے دیباچہ میں عبدالرحمٰن طارق صاحب نے لکھا ہے کہ "اس ترجمہ میں عربی اور فارسی کے بڑے دقیق اور دور افتادہ لغات کی بھرمار ہے۔ جنہیں مبتدی تو کیا متوسط قابلیت کا شخص بھی بمشکل سمجھ سکتا ہے۔ ترتیب فقرات اور انداز بیان پرانے ڈھب پر ہے۔ کاش جناب مترجم محترم، ترجمہ کی زبان سلیس اور عام فہم رکھتے۔ اھ ملخصاً" نیز اس ترجمہ میں بعض جگہ باب اور فصل گڈمڈ ہوگئے ہیں۔ کئی جگہ مطلب کے عنوان سے قوسین کے امتیازی نشان محفوظ نہیں رہے۔ بعض جگہ جناب مترجم کے اختلافی نوٹ بھی ہیں۔ نیز کتابت کی اغلاط بھی معمول سے زیادہ ہیں۔ صرف کتاب الطہارت میں اغلاط ستر تک شمار میں آئیں۔ اور اغلاط کی نشاندہی کرنا بقول سید امیر علیؒ "براہ محبت نقائص پر آگاہی صیانت شریعت کا تقاضا ہے" تاہم مذکورہ جملہ مترجمین، ناشرین کی محنت و کاوش قابل قدر ہے۔ اللہ تعالٰی قبولیت بخشے۔ اور انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ اور حضرت مولینا سید امیر علی بن معظم علی ملیح آبادی لکھنویؒ کے اس عظیم اور تاریخی علمی کارنامے پر اللہ تعالٰی انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے

مگر بااین ہمہ اب تک کے جملہ تراجم عربی متن سے معرّیٰ تھے۔ اور ضرورت تھی کہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں ترجمہ حامل المتن ہو۔ اور ترجمہ پاکستان کی قومی زبان اردو میں نسبتاً آسان اور سلیس اردو میں ہو۔ اور ہو سکے تو وہ ترجمہ شماریات اور ضروری توضیحات کا حامل ہو۔ اور اس کا اسلوب بیان اور طرز طباعت جدید ہو۔ اور بساط بھر احتیاط و نفاست کا پہلو بھی ملحوظ ہو۔ چنانچہ "مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ" نے بھی فتاوی عالمگیری کی افادیت عام کرنے میں بساط بھر کوشش کی ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اس کوشش میں مجلس ہذا کو جس قدر سعادت کی توفیق ارزانی ہوئی اسکا خلاصہ معروضاتِ ہذا کے حرفِ آخر کے ماقبل میں مذکور ہے۔

۱۷۔ معروضات ہذا کی مأخذ کتب

قارئین کرام "گیارھویں صدی ہجری کے علمی شاہکار" کے عنوان سے ان معروضات میں جن کتب سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فی الجملہ استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست یہ ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
۱	الموفّق	۲	درمختار و رد المحتار	۳	مقدمہ ترمذی شریف
۴	کتاب امام اعظمؒ	۵	حیاۃ الامام ابو حنیفہ رح	۶	طبقات الکبری سبکی رح
۷	تحفۃ الکرام	۸	فرحۃ الناظرین	۹	ابو حنیفہؒ وحیاتہ
۱۰	تذکرۃ الحفّاظؒ	۱۱	درویش صفت بادشاہ	۱۲	سیرت النعمان رح
۱۳	مناقب قاری	۱۴	مناقب کردری رح	۱۵	تذکرہ علمائے ہندؒ
۱۶	معرفت علوم حدیث	۱۷	اسلامی قانون نمبر	۱۸	تاریخ بغداد
۱۹	فلسفہ شریعت اسلامی	۲۰	مآثر عالمگیری	۲۱	مرآۃ العالم
۲۲	سیارہ ڈائجسٹ	۲۳	معجم المطبوعات العربیہ	۲۴	اودھ اخبار ۱۸۹۳ء
۲۵	الانتقاء	۲۶	مبسوط سرخسی	۲۷	فتح المغیث
۲۸	اکتفاع القنوع بماھو مطبوع	۲۹	خیرات الحسان	۳۰	فتاوی عزیزیہ
۳۱	اورینٹل کالج میگزین ۱۹۲۸ء مع ضمیمہ ۱۹۳۶ء، ۱۹۵۳ء۔			۳۲	مقام ابی حنیفہ رح
۳۳	انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مختصر لیڈن ۱۹۱۱ء۔			۳۴	مخزن اخلاق
۳۵	اردو مقدمہ فتاوی عالمگیری از عبدالرحمٰن طارق۔			۳۶	عالمگیرؒ پر ایک نظر
۳۷	فقہائے ہند جلد پنجم	۳۸	علمائے ہند کا شاندار ماضی	۳۹	منتخب اللباب
۴۰	مقدمہ فتاوی عالمگیری عربی از شیخ نظام الدین برہانپوری رح مطبوعہ المطبع الکبری الامیریہ ببولاق مصر۔				
۴۱	مقدمہ ابن خلدون مترجم اردو حصہ دوم	۴۲	کتب احادیث صحاح ستہ	۴۳	سفرنامہ ابن بطوطہ
۴۴	"معارف" اعظم گڑھ	۴۵	کشکول	۴۶	برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ
۴۷	رود کوثر				

۱۸۔ فتاویٰ عالمگیری کی افادیت عام کرنے میں مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ کی خدمات

قارئین کرام:۔ خوب سے خوب تر کی تلاش کی کوشش میں "مجلس منتظمہ اشاعت فتادی عالمگیریہ" کو بتوفیق ایزدی یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے زیر اہتمام دنیائے اسلام کے جمہور اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جمہور کے اس معتمد اور مستند فتادی کی کئی مباحث کا اردو ترجمہ، حسب منصوبہ کئی اہم خصوصیات کے ساتھ شائع کیا جاچکا ہے اور اس اشاعت کی اہم خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) یہ ترجمہ عربی متن کا حامل ہے، متن، حوالہ اور اردو ترجمہ مع حوالہ آمنے سامنے ہے۔

(۲) یہ ترجمہ پاکستان کی قومی زبان اردو میں سلیس عبارت اور جدید اسلوب میں ہے۔

(۳) اس ترجمہ میں سابقہ مندرجہ عنوانات کو بطور دفعات اور ان میں درج احکام کو بطور شق قرار دیکر شماریات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۴) اس ترجمہ میں حاشیہ پر وضاحتی، تائیدی، معلوماتی اور احکام میں باہمی رابطہ پر مشتمل حواشی موجود ہیں۔

(۵) اس ترجمہ کی اشاعت میں کتابت عمدہ، کاغذ سفید، ٹائیٹل رنگین اور طباعت عکسی ہے۔

غرضیکہ اس اشاعت میں افادیت میں عمومیت اور سہولت، نیز بساط بھر احتیاط اور نفاست کا پہلو ملحوظ ہے۔ اور اس انداز سے اب تک جو احکام شائع کئے جاچکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایک ہزار دو سو چھتیس ۱۲۳۶ احکام پر مشتمل، ستانوے عنوانات میں طہارت کی مکمل بحث۔

دو ہزار چھ سو انیس ۲۶۱۹ احکام پر مشتمل ایک سو بتیس ۱۳۲ عنوانات میں نماز کی مکمل بحث۔

پانچ سو اکتیس ۵۳۱ احکام پر مشتمل بتیس ۳۲ عنوانات میں زکوٰۃ کی مکمل بحث۔

پانچ سو دس ۵۱۰ احکام پر مشتمل چھبیس ۲۶ عنوانات میں روزہ کی مکمل بحث۔

ایک ہزار انیس ۱۰۱۹ احکام پر مشتمل تینتالیس ۴۳ عنوانات میں حج و زیارت کی مکمل بحث۔

یہ مذکورہ مباحث مسلسل ہیں۔ ان کی اشاعت سے ارکان اسلام میں عبادات خالصہ مکمل ہوجاتی ہیں اور اس کے بعد بطور انتخاب تین سو نوے ۳۹۰ احکام پر مشتمل تیرہ ۱۳ عنوانات میں عقائد سے متعلق مرتدین کے احکام۔

آٹھ سو پچپن ۸۵۵ احکام پر مشتمل بیس ۲۰ عنوانات میں حدود کی مکمل بحث یعنی زنا، شراب نوشی، قذف، تعزیر، چوری اور ڈکیتی کے احکام۔

نو سو اٹھاسی ۹۸۸ احکام پر مشتمل انیس ۱۹ عنوانات میں قصاص و دیت کی مکمل بحث یعنی قتل کرنے، زخمی کرنے، بچوں، جنین، دیوار اور راستہ وغیرہ سے متعلق جرائم کے احکام اور قسامت عاقلہ اور دیت کے احکام۔

چھ سو انتالیس ۶۳۹ احکام پر مشتمل پندرہ ۱۵ عنوانات میں ذکر، مصحف، مسجد وغیرہ اور نظر کرنے، اور کھانا کھانے، تحفہ وضیافت، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، ذرائع معاش، زیارۃ القبور، علاج و معالجہ، عزل و اسقاط، حجامت کرانے، غیبت اور حسد وغیرہ سے متعلق مکروہ و غیر مکروہ احکام۔

پانچ سو سات ۵۰۷ احکام پر مشتمل بیس عنوانات میں نکاح کی تفسیر، صفت، رکن، شرطیں اور احکام، نکاح کے الفاظ، وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے، نسب، صہریت اور رضاعت کی وجہ سے، اجنبیات یا ذوی الارحام جمع کرنے کی وجہ سے، حرہ پر باندی کے نکاح کی وجہ سے، غیر کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے، شرک کی وجہ سے، ملکیت کی وجہ سے اور طلاق کی وجہ سے حرام شدہ عورتیں، نیز ولی ہونے اور کفو قرار پانے کے احکام۔ (زیب تدوین)

اور بفضلہ تعالیٰ اس اشاعت پر پاک صحافت نے مختلف جریدوں، اخباروں اور رسالوں میں، اور اڑھائی سو سے زیادہ اہل علم نے اپنے تاثرات میں، حسین تبصروں سے نوازا ہے۔ کئی ناظم تعلیمات نے اسے لائبریریوں کے لئے منظور شدہ فہرست میں شامل کیا ہے۔ اور یہ حسین و جمیل مرقع خوب سے خوب تر قرار پاکر، علماء اور طلباء، وکلاء اور فضلاء، عربی دان، و اردو خوان سبھی ارباب ذوق کے لئے اسلام کے تفصیلی احکام کا ایک مستند اور معتمد لازوال علمی خزانہ ہے۔

۱۹- حرف آخر

برادران ملت :-

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اپنے لئے ۔ پاک قوم کے لئے بلکہ ساری انسانیت کے لئے دنیوی عافیت اور اخروی سعادت کی خاطر اسلام کے احکام پر عمل اور عمل سے پہلے ان کے صحیح علم کی اہمیت و ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔ مگر اس مقدس جذبہ کے فروغ اور اس حسین و جمیل خواہش کی تکمیل کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اسلام کے تفصیلی احکام کا ایک ایسا مجموعہ حاصل کریں

(۱) جس میں کتاب و سنت، اجماعِ امت اور ان سے مستنبط قیاس پر مبنی ایسے تمام احکام موجود ہوں ۔ جنکی ضرورت ایک صالح مسلم کو کسی وقت بھی پیش آسکتی ہے ۔

(۲) جسمیں مندرجہ تمام احکام، جمہور اسلام یعنی اہل السنت والجماعت احناف کے ہاں مستند اور معتمد ہوں ۔

(۳) جسمیں ایک طرف ان احکام کا عربی متن اور دوسری طرف وہ احکام عام فہم قومی زبان اُردو میں اور جدید اسلوب میں مرتب شدہ ہوں ۔

(۴) جسمیں قائم شدہ عنوانات اور ان میں درج احکامات کے لئے شماریات کی سہولت موجود ہو ۔

(۵) جسمیں مناسب تشریحات، تائیدات، اضافی معلومات اور احکام کے باہمی ربط پر مشتمل ضروری حواشی موجود ہوں ۔

(۶) جسمیں بساط بھر احتیاط و نفاست کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکام کے اندازِ بیان میں محتاط تعبیر، شستہ زبان، عمدہ کاغذ و کتابت اور نفیس طباعت ہو ۔

تو آیئے آپ یہ جملہ اوصاف اور تمام تر خوبیاں ' اسلامی احکام کے شہرہ آفاق مجموعہ فتاوی عالمگیری مترجم اردو مع عربی نمبروار احکام کیساتھ ' کی اس اشاعت میں پائیں گے ۔ جو

" مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ " سہگل آباد ضلع جہلم پاکستان

کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہے ۔ مجلس ہٰذا درگاہ خداوندی جذبۂ تشکر کے ساتھ بغایت عجز و انکساری دست بدعا ہے ۔ کہ وہ اپنی رحمت سے اس کام میں پیش آمدہ رکاوٹوں کو دور اور مشکلوں کو حل فرمائے ۔ اس دینی محنت کو قبولیت اور نصرت سے نوازے ۔ اسے ہمارے لئے، ہمارے رفقاءِ کار کے لئے، معاونین اور متعلقین کے لئے والدین اور اہل و اولاد کے لئے اساتذہ کرام رح اور مشائخ عظام رح کے، سبھی کے لئے سعادت دارین کا ذریعہ بنائے ۔

اللھم ارزقنا سلطانا نصیرا و قلبا قریرا و رزقا کثیرا و قبرا منیرا و حسابا یسیرا و اجرا کبیرا اللھم اغفر لمؤلفہ ولمترجمہ و لقاریہ و لسامعہ و لمعاونہ و لمحبہ ولمن لہ حق علینا، اللھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم واجعلنا منھم و نسئل اللہ العافیہ فی الدنیا و الآخرۃ و یرحم اللہ عبدا قال آمین یا ارحم الراحمین وصلے اللہ تعالے علے سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، آمین

العارض

ابوالسعید محمد صادق مغل ابن حافظ رح ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ " مقام میانہ موہڑہ ڈاک خانہ فریال، براستہ دولتالہ، ضلع راولپنڈی (حال) سہگل آباد ۔ ضلع جہلم ۔ پاکستان



مترجم فتاوی عالمگیری اور مؤلف "علمی شاہکار" مولٰینا ابوالسعید محمد صادق مدظلہٗ کا مختصر

سوانحی خاکہ

پیشکش:

ارکان مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ سہگل آباد ضلع جہلم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۲۰۔ مترجم فتاوی عالمگیری اور مؤلف "علمی شاہکار" مولٰینا ابوالسعید محمد صادق مدظلہ کا مختصر سوانحی خاکہ

از

حکیم قاضی محمد عارف مغل فاضل السنہ شرقیہ، پروفیسر چوہدری نذیر حسین راز ایم۔ اے، سعید اکرم ایم۔ اے
سعید صادق مغل ڈی۔ اے۔ ای، قاضی محمد صدیق ایم اے، حافظ محمد نواز فاضل جامعہ اشرفیہ

۱۔ تحریک :۔

(ا) ایک عرصہ سے فقہ العصر فخر اہل السنت والجماعت احناف، حضرت مولٰینا محمد صادق صاحب مغل بن حافظ ج القادری، فاضل خیر المدارس، فاضل عربی، فاضل فارسی، فاضل اردو مؤلف اسلامی جمہوریہ کا مقدس یوم، عمدۃ القواعد، علمی شاہکار، مترجم ومحشی فتاوی عالمگیری اردو مع عربی نمبروار احکام کے ساتھ۔ المتوطن میانہ موہڑہ، تھانہ جاتلی، ضلع راولپنڈی، حال سہگل آباد ضلع جہلم سے، ہمارا یہ تقاضا رہا کہ فتاوی عالمگیری کے ترجمہ کے ساتھ، مترجم کی حیات کا خلاصہ بھی شامل کیا جائے۔ یہ تقاضا اس وقت بھی ہوا جب سابقہ تعارفی کتابچہ شائع ہوا اور اس وقت بھی جبکہ ترجمہ کا آغاز ہوا مگر صاحب موصوف نے ہر بار ناپسندیدگی کا اظہار کر کے معذرت کر دی۔

(ب) مگر اب جبکہ فتاوی عالمگیری کے ہزاروں احکام عربی، اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ایک نئی کتاب جس میں برصغیر ہند و پاک میں گیارہویں صدی ہجری کا "علمی شاہکار" کے عنوان سے فقہ حنفی، فتاوی عالمگیری کی ضرورت اور مدونین فتاوی کے حالات شائع ہوگئے ہیں یہ ضروری سمجھا گیا کہ مترجم کا سوانحی خاکہ، متعلقہ مختصر حالات اور بطور تحدیث بالنعمۃ کچھ واقعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جائیں جن کی معلومات ہم نے مولٰینا کی تحریر و تقریر یا دوسرے ذرائع سے مفہوماً اخذ کی ہیں۔ گو اس خاکہ کے مندرجات کا بیان بعض جگہ ہماری طرف اور بعض جگہ مولٰینا کی طرف منسوب ہے تاہم یہ پیشکش ہماری ہے اور اس میں مولٰینا کے خاندان اور شجرۂ نسب، پیدائش، اور ابتدائی تعلیم، مزید تعلیم اور دورہ حدیث شریف کی سند، مسجد شمس آباد صدر راولپنڈی میں درس قرآن مجید، تقاریر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم، تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے کوشش، سہگل سکول میں درس قرآن مجید، اسلام آباد سے دعوت دین کی پہلی جماعت، الشیخ مولٰینا عبدالعزیز صاحب سے عقیدت، سہگل آباد میں ضمنی طور پر دینی محنت، نیز پاکستان میں مسلمانوں

کی باہمی یگانگت اور اسلامی نظام کے قیام و فروغ کے لئے، قرآن و سنت کی تعبیرات میں ممکنہ اتحاد کی کوشش کے سلسلہ میں، فتاوی عالمگیری کے حامل المتن اردو ترجمہ کی تحریک و اشاعت کا ذکر ہے۔

۲۔ خاندان :-

(ا) یہ حسن اتفاق ہے کہ مولینا ابو السعید محمد صادق مدظلہ ایک مغل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد شاہجہانی اور عالمگیری عہد میں، برصغیر پاک و ہند میں علمی، ملی اور ملکی خدمات سر انجام دیتے رہے اور اُس دور کی عظیم فقہی امانت کو آج مولینا پاکستان کی قومی زبان اردو میں متن اور ضروری مستند وضاحتوں سمیت ایسے حسین انداز میں پیش کر رہے ہیں کہ اس پر سینکڑوں اہل علم نے دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ مولینا کے آباء و اجداد میں سے مولینا صالح محمد مغل رح، سلطان شہاب الدین شاہجہان کے عہد میں بخارا سے برصغیر آئے۔ اور انہیں جد امجد کی نسبت سے مولینا کے خاندان کا لقب "مغل صالح آل" قرار پایا جیساکہ مولینا صالح محمد مغل کے متعلق کتاب وکلائے ہند سے منقول ہے کہ "بموجب اہم لقب صالح آل شروع شد بعہد شہاب الدین بادشاہ ہندوستان طلب کردن بعہد وزارت از بخارا" بحوالہ کتاب وکلائے ہند۔

(ب) سلطان شہاب الدین شاہجہان کے عہد میں مولینا مرزا صالح محمد مغل رح، مولینا ابو السعید محمد صادق مغل مؤلف کتاب "علمی شاہکار" و مترجم فتاوی عالمگیری کے دس واسطوں سے جد امجد ہیں اور شاہجہان ہی کے عہد میں مولینا صالح محمد رح کا تذکرہ، اورنگزیب عالمگیر رح کے اساتذہ میں آتا ہے جیساکہ کتاب "علمی شاہکار" کے صفحہ ۲۸ میں ہے کہ اورنگزیب عالمگیر رح نے نواب سعد اللہ خان رح، مولینا سید محمد قنوجی رح، مولینا صالح محمد رح اور مولینا میر محمد ہاشم گیلانی رح وغیرہ سے تعلیم و تربیت پائی ان میں سے نواب سعد اللہ خان تو شاہجہان کی وزارت عظمی پر فائز ہوئے۔ مولینا سید محمد رح کے اجداد بھی بخارا سے آئے تھے اور آپ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں بھی شامل رہے البتہ مولینا صالح محمد رح کا ذکر سلطان عالمگیر رح کے اساتذہ میں تو ملتا ہے جیساکہ کتاب "فقہائے ہند" مؤلفہ مولینا محمد اسحٰق بھٹی، ج ۵ حصہ اول صفحہ ۴ میں اور جیساکہ "تاریخی کہانیاں" از پاکستان بکڈپو راولپنڈی، کے صفحہ ۲۴ میں ہے۔ اسکے متعلق کتاب "علمی شاہکار" کا صفحہ ۲۸ ملاحظہ ہو۔ تاہم مولینا صالح محمد رح کے مزید حالات نہیں مل سکے۔

(ج) اگرچہ اسلام میں محض نسل اور نسب کی بجائے تقوی کو موجب شرف قرار دیا گیا ہے تاہم انساب کی حفاظت کی تعلیم بھی دی گئی ہے جیساکہ اسکی فضیلت کے بیان پر مشتمل، بحوالہ ترمذی شریف حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منسأۃ فی الاثر الحدیث یعنی اپنی نسبوں سے اتنا علم حاصل کرو کہ اس کی بدولت تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اس لئے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا کنبہ اور خاندان سے محبت، مال میں ثروت اور عمر کے آثار دیر تک رہنے کا ذریعہ ہے مفہوم ماخوذ از مشکوۃ شریف مترجم ج ۳ صفحہ ۳۹۱ چنانچہ مغل صالح آل میں سے جناب غلام محی الدین بن غلام مرتضی صاحب رح جو تاریخی امور سے خاص شغف رکھتے ہیں اور باوجودیکہ ایک سو سال سے زائد عمر میں ہیں مگر پھر بھی انہیں کئی اہم تاریخی معلومات محفوظ ہیں انہیں کے ہاں ایک خرقہ پر تحریر شدہ شجرۂ نسب محفوظ ہے جس کی تائید بعض دیگر اکابرنے بھی کی ہے اور وہ شجرہ نسب مولینا ابو السعید محمد صادق مغل بن حافظ رح سے متعلق ہے۔ جس کی نقل مع اضافہ جدیدہ اس سوانحی خاکہ کے صفحہ ۳ میں درج ہے۔ جو انفرادی نوشتوں اور خاندانی روایتوں پر ہی مبنی ہے۔ اور اب بزرگوار غلام محی الدین رح مذکور مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۸۳ء شب جمعۃ المبارک کو رحلت فرما گئے ہیں۔

۳۔ شجرہ نسب مولینا ابو السعید محمد صادق مغل مدظلہٗ بن حافظ نور حسینؒ القادری

مرزا صالح محمدؒ

بموجب اسم لقب مغل صالح آل شروع شد بعہد شہاب الدین بادشاہ ہندوستان طلب کردن بعہد وزارت از بخارا بحوالہ کتاب الامہند

- اکیل خان
- جابر خان
- بالیا خانؒ
  - مکھن خانؒ
    - محمد حسینؒ
      - حافظ نور حسینؒ
        - حافظ محمد اشرفؒ
          - محمد فضلؒ
            - **محمد مصطفیٰؒ**
              - حبیب اللہؒ
                - محمد ہاشمؒ
                  - نیک محمد
                    - حافظ عبد العزیزؒ
                      - عبد الرحمٰن
                      - غلام سرورؒ
                  - محمد نور حسین
                    - مولینا عبد الرحمٰن
                  - فقیر محمد
                    - عبد الحمیدؒ
                  - علی محمد
                    - عزیز الرحمٰن
                - غلام قادرؒ
                  - محمد نظرؒ
                    - حافظ حبیب الرحمٰن
                      - محمد الیاس
                      - محمد اسحٰق
                      - محمد اشفاق
                    - محمد اسلم
                - نادرؒ
                  - محمد فضلؒ
                    - محمد عرفان
              - غلام رسولؒ
                - برہان الدینؒ
                  - شیخ احمدؒ
                    - نور احمد
                    - سلطان احمدؒ
                      - محمد برہان
                - حافظ خدا بخشؒ
                  - غلام مرتضیٰؒ
                    - غلام ربانیؒ
                    - غلام سرور
                    - فضل ربیؒ
                    - غلام محی الدین
                      - عبد الرؤفؒ
                      - محمد عرفان
                  - محمد فاضلؒ
                  - حافظ نور حسینؒ
                    - محمد صابر
                      - عبد الغفور
                        - عبد الصبور
                        - عبد الشکور
                        - غلام جیلانی
                    - **مولینا ابو السعید محمد صادق مدظلہٗ**
                      - نوید صادق
                      - سعید صادق
                      - محمود صادقؒ
                      - عبد الشکورؒ
                    - محمد صالح
                      - محمود صالح
                      - جمیل صالح
                      - سلیم صالح
                      - کبیر صالح
                  - محمد شفیعؒ
                  - محمد اشرفؒ
                    - محمد شفیع
                    - محمد حسین
                      - محمد ادریس
                      - فخر الاسلام
                  - محمد سعیدؒ
                    - فضل حسینؒ
                      - پرویز
                      - محمد منیر
              - حافظ مرتضیٰؒ
- جہان خان
- ارسلی خان

مرزا نوائس خان

مرزا کامل خان

مرزا برلاس خان — گکھڑ خان

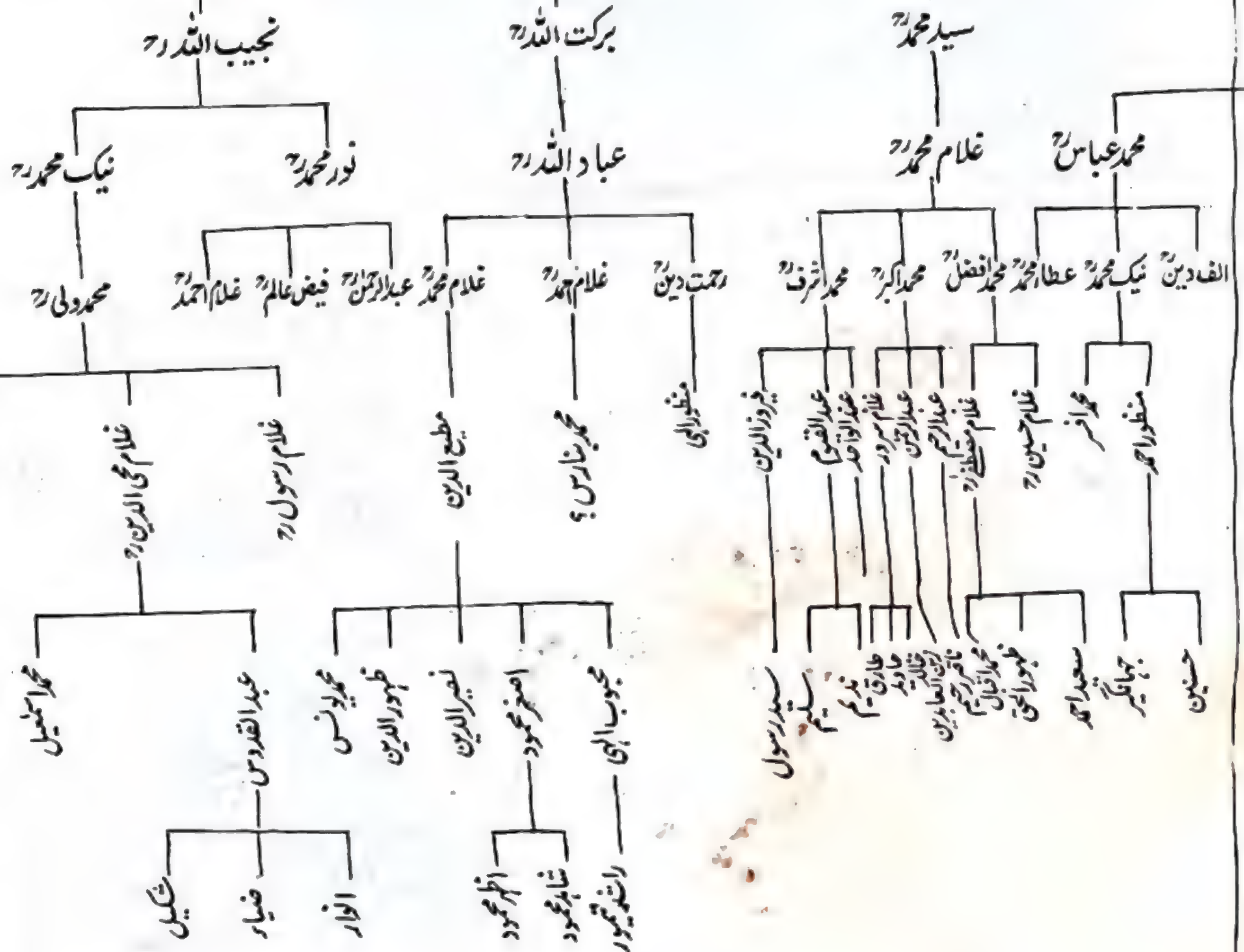
مرزا عزت بیگ — کیخسرو

مرزا قدر خان

مرزا لہر خان

مرزا انظر خان

مرزا ایوب خان — مرزا کیال خان



۴:- پیدائش و تعلیم :-

(ل) مولینا مرزا صالح محمدؒ کی اولاد سے بعض اکابر مقام کاہلی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی رہائش پذیر ہو گئے آپ کی ساتویں پشت میں مولینا محمد مصطفیٰؒ اور حافظ مرتضیٰؒ عالم طفولیت میں مع والدہ محترمہؒ کاہلی سے ہجرت کر کے نڑالی تھانہ جاتلی ضلع راولپنڈی منتقل ہوئے یہاں دونوں بھائیوں نے یہاں کی مشہور علمی شخصیت قاضی الہ دتہ صاحب سے تعلیم حاصل کی قاضی صاحب رح کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید آج بھی آپ کے خاندان میں موجود ہے جو آپ کے نواسے بھاگ خانؒ کے پاس رہا اور پھر بھاگ خانؒ نے اپنے بھتیجے اور جناب روشن خان صاحبؒ کے نواسے جناب مشتاق خان ولد گلاب خانؒ کو دیا مشتاق خان صاحب ایم اے ایل ایل بی، فوجی کالج سرائے عالمگیر میں پروفیسر رہے اور آجکل وہ قرآن مجید مشتاق خان صاحب کے بھائی محمد رضا صاحب کے پاس ہے جو باترجمہ ہے اور ترجمہ فارسی میں ہے۔

(ب) حصول تعلیم کے بعد مولینا محمد مصطفیٰؒ اور حافظ مرتضیٰؒ قریبی گاؤں میانہ موہڑہ میں آباد ہو گئے مولینا محمد مصطفیٰؒ کے پوتے مولینا حافظ خدا بخش صاحبؒ ایک بزرگ شخصیت گذرے ہیں۔ آپکے چھ بیٹے تھے ان میں سے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولینا حافظ نور حسینؒ کے گھر ۱۲ مئی ۱۹۲۶ء کو مولینا محمد صادق مدظلہٗ پیدا ہوئے آپ حافظ صاحبؒ کے منجھلے بیٹے ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مڈل سکول نڑالی میں ہوئی فائینل پاس کرنے کے بعد آپ نے اپنے ناناجان جناب مولینا محمد فضل صاحبؒ ولد غلام قادرؒ سے فارسی کتب پڑھیں گلستان، بوستاں اور پھر، سکندر نامہ اور منیۃ المصلی وغیرہ پڑھیں۔ مولینا محمد فضل صاحب اپنے نواسے کے تعلیمی ذوق و استعداد سے بہت خوش رہے اس کا اندازا اس سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ مولینا کے گھر والوں نے کسی کام کے لیے سبق سے چھٹی لینا چاہی تو آپ کے ناناجان فرمانے لگے "ہم نے پچیس سال دینی تعلیم میں صرف کیئے میرا یہ نواسا سالوں کی تعلیم مہینوں میں حاصل کر رہا ہے میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ اگر ساری جائیداد بیچ دینی پڑے تب بھی اس کے سبق کا ناغہ نہ ہونے دوں،، ناناجان کے ان تاثرات سے مولینا کی والدہ محترمہؒ اتنی خوش ہوئیں کہ انہوں نے ٹھان لیا کہ خواہ کچھ ہو اپنے اس بیٹے کو دینی تعلیم ضرور دلاؤں گی اور محترمہؒ نے ایسا ہی کیا۔ آپ یوں دعا مانگا کرتیں" اے اللہ میرے بیٹے کو علم دین عطا فرما اور عالم دین بنا تا کہ مجھے وہ خیر ملے جو ایک عالم دین کی ماں کو ملتی ہے، اے اللہ میری اہل اولاد میں علم دین قائم رکھ"

(ج) ناناجان کی ضعف پیری اور علالت کی بنا پر مولینا کی مزید تعلیم کا سلسلہ قریبی قصبہ کالس نیر خان ضلع جہلم میں قاضی محمد رضا صاحبؒ کے ہاں شروع ہوا یہاں فارسی میں انشائے عجیب، انشائے طاہر وحید، مثنوی اور ابوالفضل کے کچھ حصے، عربی کی ابتدائی گرامر اور فقہ سے قدوری وغیرہ پڑھی۔ مولینا فرماتے ہیں کہ قیام کالس میں محترم استاد صاحب کی خدمت میں بحمد اللہ کبھی عمداً کوئی کوتاہی نہیں برتی قاضی صاحب کے کھیت میں حسب ضرورت ہل چلانے، گوبر ڈھونے، لکڑیاں چیرنے، گھاس کاٹنے، اور چارہ لانے سے کبھی گریز نہیں کیا کئی بار ایسا ہوتا کہ سر پر سبز سرسوں کا گٹھا ہے بوجھ اٹھا کر پیدل چلنے سے سانس پھول رہا ہے اور اسی حال میں "دعا ید عو" کی صرف صغیر اور صرف کبیر کی گردانیں بنوک زباں سنائی جا رہی ہیں۔ قاضی صاحب مولینا پر از حد راضی رہے حتیٰ کہ ایک دفعہ بکمال شفقت فرمانے لگے" میرا بیٹا نہیں ہے تو میرے پاس دیر سے آیا ہے ورنہ میں تجھے بیٹا بنا کر رکھتا،، قاضی صاحب نے حسب ضرورت بعد میں بھی بعض علمی کام مولینا کے سپرد کیے اور ان کی انجام دہی پر آپ نے از حد دعائیں دیں۔

وللہ الحمد

۵۔مزید تعلیم

(ا) اس دوران جبکہ مولٰینا کے والد ماجد مولٰینا حافظ نورحسین رحمۃ اللہ علیہ کوئٹہ میں خطیب تھے گھر والوں نے مولٰینا کی مزید تعلیم کے لئے کسی معیاری دینی درسگاہ میں داخل کرانا طے کیا۔ آخری تجویز یہ ٹھہری کہ مولٰینا محمد عبد الخالق صاحب ولد حافظ مظفر الدین صاحب رح چوہڑ ہڑپال راولپنڈی والے، جن سے رشتہ داری بھی ہے اور جو دار العلوم دیوبند یوپی انڈیا میں زیر تعلیم ہیں، ان کے ساتھ بھیج دیا جائے بشرطیکہ کہ گولڑہ شریف کے پیر جناب حضرت غلام محی الدین عرف بابو صاحب رح ایسا کرنے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ برادر بزرگ الحاج محمد صابر صاحب، مولٰینا سمیت پیرخانہ جا پہنچے اور عشاء کے وقت پیر صاحب کے دولتکدہ پر خصوصی حاضری دیکر ارادہ کا اظہار کیا آپ نے اجازت فرمادی اور رمضان المبارک کے بعد مولٰینا محمد عبد الخالق صاحب رح کی سرپرستی میں مولٰینا دار العلوم دیوبند جا پہنچے

(ب) دار العلوم میں داخلہ فارم پر بطور جدید طالبعلم جب آموختہ کتب لکھائیں تو دفتر ناظم تعلیمات سے اس بنا پر کہ مولٰینا کی آموختہ کتب، دار العلوم کے نصاب کی ترتیب کے مطابق نہیں بعض کتب آگے، بعض پیچھے اور بعض پڑھی ہی نہیں لہذا عربی کی ابتدائی جماعت میں داخلہ ملا۔ آپ نے داخلہ تو لے لیا مگر بعض آموختہ کتب پھر سے پڑھنا پڑیں اس سے مولٰینا کو افسوس ہوتا کہ سینکڑوں میل کی مسافت اور اہم مصارف برداشت کرنے کے باوجود، تعلیم میں قدم آگے کی بجائے پیچھے رکھنا پڑا۔ مولٰینا کہتے ہیں کہ بعض اوقات تو اس احساس سے آنسو آجاتے۔ چاروناچار ناظم تعلیمات کی خدمت میں درخواست دی کہ موجودہ جماعت میں مجھے بعض ایسی کتب پڑھنی پڑ رہی ہیں جو مجھے آتی ہیں لہذا مجھے اگلی جماعت میں ترقی دی جائے۔ جواب ملا کہ اب جبکہ جماعت بندی اور نظام الاوقات کی تعیین مکمل ہوچکی ہے اس مرحلہ پر اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ میں غرضمند تھا درخواست دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی دی تو ناظم تعلیمات حضرت شیخ الادب مولٰینا اعزاز علی صاحب رح نے دفتر حاضر ہونے کو لکھا۔ حضرت شیخ الادب صاحب رح کی شخصیت سراسر جلالی تھا اور یہ اسی کا نتیجہ تھا افغانی، سرحدی، بلوچی اور مکرانی طلباء، جو چائے نوشی کے عادی ہوتے وہ حضرت شیخ الادب صاحب رح کی گذرگاہ کے قریب کمروں میں اسٹوو جلانے سے اس لئے گریز کرتے کہ شیخ الادب صاحب رح چائے نوشی کو پسند نہیں کرتے۔ مولٰینا کہتے ہیں کہ میں نے حسب ارشاد دفتر حاضری دی ناظم تعلیمات اندر چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ اجازت چاہی اندر گیا اور جونہی بیٹھا، منشی جی نے میری درخواست ناظم تعلیمات کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا، "یہ مکرر سہ کرر درخواستیں آپ دے رہے ہیں"، عرض کیا جی ہاں" فرمایا "آپ لکھتے ہیں کہ مجھے کتاب آتی ہے امتحان دوگے"، عرض کیا "جی ہاں" آپ نے کتاب منگوائی عام طور پر اس قسم کے تقریری امتحان میں تین سوال ہی ہوا کرتے تھے اگر دو کا جواب درست رہا تو کامیاب قرار دے دیا جاتا تھا میں نے متوقع امتحان کے لئے پڑھی ہوئی کتاب کو مزید تیار کر رکھا تھا جب شیخ الادب صاحب رح نے سوال کیا تو اللہ تعالےٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ جواب کی عبارت مستحضر ہوگئی میں نے پہلے عبارت سنائی پھر اس کے مطالب جو بیان کرسکتا تھا پیش کئے پھر دوسرا سوال ہوا اس کا جواب بھی پہلے طرح پیش کیا پھر سوال ہوا اور سوالات ہوتے رہے اور میں جواب دیتا رہا واللہ اعلم نصف درجن سے زائد ہی سوالات ہوئے ہوں گے۔ آخر میں شیخ الادب صاحب رح نے درخواست پر یوں حکم صادر فرمایا کہ "گو دار العلوم کے عام قواعد کے بموجب اس مرحلہ پر نئی جماعت اور نظام الاوقات میں تبدیلی مشکل ہے مگر درخواست دہندہ کو کتاب واقعی یاد ہے لہذا ایک خصوصی جماعت

کاانتظام کیا جائے تاکہ بقیہ کتب کا مختصر کورس کرا کر انہیں اگلی جماعت میں ترقی دی جائے " اس سے میری خوشی کی انتہا نہ رہی ۔ خصوصی جماعت بن گئی اور اس خصوصی جماعت مولینا اسعد مدنی بن مولینا حسین احمد مدنی رح مولینا ابوالمتعالی لکھنوی اور غالباً مولینا محمد موسیٰ پشاوری وغیرہ بھی تھے اور اس طرح تقریباً ایک تعلیمی سال بچ گیا ۔

(ج) مولینا نے بتایا کہ دارالعلوم میں قیام کے دوران تدریسی مشغولیت کے علاوہ کافی وقت بچ جاتا تھا کوئی اور مصروفیت تو تھی نہیں اور نہ کسی سے صاحب وسلامت تھی بس جہاں موقع ملتا اپنی استعداد کی کمی کے باوجود کسی جماعت میں جا بیٹھتا مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان دنوں دارالتفسیر میں حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو تھی تو دارالحدیث میں غزوات کا بیان چل رہا تھا نیز دارالحدیث میں بعد عشا بخاری شریف کے درس میں وہ مرحلہ زیادہ دلچسپ ہوتا جبکہ مولینا مدنی طلبار کے رقعوں کا ظریفانہ جوابات دیتے ۔ جمعہ کے دن چھتہ کی مسجد میں مولینا شبیر احمد عثمانی رح، شہر کی بڑی جامع مسجد میں بعد جمعہ مولینا قاری محمد طیب صاحب رح کے بیانات سننے کا موقع مل جاتا مولینا مدنی رح کی مسجد میں بالعموم صبح کی نماز کا موقع ملتا کیونکہ آپ خاصے اِسفار میں جماعت کراتے اور قنوت نازلہ پڑھنے کا بھی التزام فرماتے ۔ ایک دفعہ دارالحدیث میں منعقدہ اجتماع میں مولینا محمد الیاس رح بھی تشریف لائے اِن کے رفقار میں سے ایک نوجوان مولینا صاحب نے تقریر کی مگر ان کی اردو اتنی رواں اور تیز تھی کہ باید وشاید

(د) دارالعلوم میں سال کا آخری حصہ تھا اور دوسری جنگ عظیم کے اثرات مشرقی ہندوستان پہنچ چکے تھے، بنگالی، ملائی اور اس طرف کے دیگر طلبار نے اپنے علاقوں اور گھروں کے سنگین حالات اور افراتفری کی خبریں سنیں تو بعض تو اپنے اپنے وطن چلے گئے ۔ بعض نے جلد امتحانات کا مطالبہ کیا ۔ یہ بے چینی دور دراز کے طلبار کچھ زیادہ ہی محسوس کر رہے تھے ۔ مولینا محمد عبدالخالق صاحب رح خود تو دورہ حدیث شریف میں تھے اور یہ انکا انتہائی اہم سال تھا اُنہوں نے مولینا کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ خدا خبر حالات کیسے ہوں کیوں نہ انہیں وطن واپس بھیج دیا جائے چنانچہ نوشہرہ کے چند طلبار کے ساتھ مولینا وطن واپس ہوئے تاہم تعلیم تو جاری رکھنی تھی ۔ پنجاب میں کسی موزوں مدرسہ کی تلاش شروع کی ۔

(ر) مولینا نے بتایا کہ حضرت مولینا محمد عبدالخالق صاحب رح دارالعلوم کے ان ذہین ترین طلبار میں سے تھے جنہوں نے ایک دفعہ اساتذہ کے سامنے عربی تقاریر میں حصہ لیا تھا ۔ مولینا محمد عبدالخالق صاحب رح اپنے ساتھیوں اور طلبار کو اکثر یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ اس دور میں مسلمانوں کے کئی فرقے ہیں ۔ خود حنفیوں میں کئی گروہ ہیں ۔ طلبار کو طالبعلمی کے دور میں کسی قسم کے تعصب یا جانبداری سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ انہیں چاہیے کہ ہر مکتب فکر کے مدارس، آستانوں اور اداروں میں غیر جانبداری سے حاضری دیں ۔ خالی الذہن ہو کر اکتساب علم کریں اور بیانات سنیں انشاء اللہ جو راستہ حق سے زیادہ قریب ہو گا انابت والوں کے لئے اسی طرف شرح صدر ہو گا ۔ کیونکہ دینی طلبار محض قصوں کہانیوں، دیکھا دیکھی کی رسموں اور خالی تقریروں سے متاثر نہیں ہوتے وہ تو دلائل دیکھتے ہیں کہ اس بارے میں قرآن وسنت میں کیا ہے اور قرآن وسنت کی تعبیرات میں سلف صالحین کی رہنمائی کیا ہے ۔ مولینا کا کہنا ہے کہ مولینا محمد عبدالخالق صاحب کی مذکورہ تلقین انصاف وحقیقت پر مبنی ہونے کی وجہ سے زیر عمل رہی اور بحمد للہ طالبعلمی کے زمانہ میں مختلف مکتبِ فکر اور الگ الگ مسلک کے اداروں، آستانوں، جلسوں اور مدرسوں میں بلا جھجک حاضری دی، جہاں موقع میسر آیا تھوڑا یا زیادہ جتنا وقت ملا غیر جانبدارانہ طور پر استفادہ اور استفاضہ کی نیت سے حاضری کو غنیمت سمجھا ۔

(س) چنانچہ مولینا نے بتایا کہ فی الجملہ جن دینی مدارس اور اداروں میں موقع ملا ان کی مختصر فہرست یہ ہے ا تا ۳ ۔ میاں موہڑہ

میں ناناجان مولٰنا محمد فضل صاحبؒ، کالس شیرخان میں قاضی محمد رضا صاحبؒ اور یوپی میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۴۔ بھوئی گاڑ کا درس۔ ٹیکسلا کے قریب اس درس میں اس وقت حضرت مولٰنا عبدالحی صاحبؒ اور مولٰنا محب النبی صاحبؒ پڑھاتے تھے کتب شرح مائۃ عامل اور ھدایۃ النحو وغیرہ تھیں۔ مولٰنا کو مولٰنا عبدالحی صاحب کبھی باہر کے دورے میں بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ بھوئی گاڑ کے قیام کے دوران، بعض ساتھی طلباء اور غیر طلباء نے لٹھ بازی اور بانا کے گھاؤ وغیرہ کا فن سیکھنے میں خاصی دلچسپی لی جس کی کچھ شُدبُد سیکھنے کا موقع دارالعلوم میں ملا تھا۔

۵۔ علاقہ چھچھ کے قصبہ بہادر خان کا درس۔ جہاں کے اساتذہ فقہ کی کتب خصوصی محنت سے پڑھاتے تھے اور اسباق کنز الدقائق وغیرہ تھے۔

۶۔ علاقہ ہزارہ میں ہری پور سے جنوبی بستی کا درس، جہاں کے لوگ دینی طلباء کا خصوصی اعزاز و احترام کرتے اور استاد صاحب کا دواخانہ بھی ہری پور میں تھا۔ اسباق کافیہ وغیرہ تھے

۷۔ چوہڑ ہڑپال جہاں مولٰنا محمد عبدالخالق صاحبؒ بڑی محنت سے تدریس فرماتے تھے، عربی ادب، فقہ، معانی، منطق، فلسفہ، اصول فقہ، اصول حدیث، حدیث اور تفسیر کی بیشتر کتب کا عبور یہیں ہوا۔ جو طالبعلم زیادہ مطالعہ اور تیاری کرکے آتے اِس کے سبق کی مقدار اسی نسبت سے زیادہ ہوتی تھی کبھی طلباء کی تعداد خوراک کی گنجائش سے زیادہ بھی ہوجاتی تھی جس کا حل یہ نکالا گیا تھا کہ سرسوں کے ہرے پتے جن کی عام اجازت تھی لاکر اور ابال کر، طلباء میں تقسیم کردیئے جاتے تھے۔ یہاں چوہدری اکبر احمد خان صاحبؒ، ٹھیکیدار کمال الدین صاحبؒ اور صوفی غلام حیدر صاحب نے دینی طلباء کی خبرگیری اور سرپرستی سے نوازا۔ اللہ تعالٰی انہیں جزائے خیر دے۔ یہاں کے مستری صاحبداد صاحب کا یہ تعاون بھی قابل قدر تھا کہ اگر کسی طالبعلم کو صابن، حجامت وغیرہ کے لئے مالی ضرورت پڑجائے تو وہ چھٹی کے دن اپنے ساتھ مزدوری پر لے جاتے تھے۔ مولٰنا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے بھی استفادہ کیا جمعہ کا دن تھا اسباق کی چھٹی تھی اور غالباً صابن کی ضرورت درپیش تھی۔ لہٰذا ان کے ساتھ مزدوری کے لئے شہر گیا۔ مری روڈ پر خالصہ سکول کے قریب گوپی چند کے مکانات میں فرش اور چھت کا کام تھا۔ چونکہ قبل ازیں یومیہ مزدوری کا تجربہ نہ تھا جلد جلد کام شروع کیا تو زینہ کے درمیان دوسرے مزدور روں نے سنجیدگی سے یہ تعلیم دی کہ "جناب دن بھر کام کرنا ہے۔ ذرا تسلی سے کرو" بہرحال جوں توں کرکے دن پورا کیا شام کو ایک روپیہ آٹھ آنہ نقد مزدوری ملی تو جی خوش ہوگیا کہ اب دو ماہ کی ضروریات کے لئے رقم کافی ہے۔

۸۔ ٹھٹھہ تراہیہ کا درس یہ جگہ دریائے سواں کے کنارے پر تھی ایک بزرگ استاد تھے بعد میں اسی جگہ احناف کے دو فریقوں کا مناظرہ بھی مشاہدہ کیا جو اس وقت قلمبند بھی کرلیا تھا مگر بعد میں وہ تحریرات محفوظ نہ رہیں۔ تاہم اس چشم دید و خود شنید مناظرہ کے اثرات گہرے تھے ان دنوں کتب مطوّل اور ملاحسن وغیرہ تھیں۔

۹۔ پھتراں کا درس۔ راولپنڈی سے جنوب مغربی جانب تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر ایک قدیم دینی درسگاہ رہی ہے وہاں ان دنوں مولٰنا محمد عبدالخالق صاحب پھترالوی ظلہٗ حال کوہ نور ملز راولپنڈی، پڑھایا کرتے تھے۔ پھتراں آپ کا آبائی گاؤں ہے۔ طلباء اسباق سے مطمئن تھے۔ اسباق جالین وغیرہ تھے۔ خورد و نوش کی بھی میانہ سی سہولت موجود تھی طلباء کو صبح و شام بالعموم لسی، مکی کی روٹی فراہم تھی اور اگر کفایت نہ ہو تو جنگلی بیر وافر تھے جنہیں اوقات فرصت میں تناول کرنے میں

کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

۱۰۔ گجرات میں پیر ولایت شاہ صاحبؒ کا مدرسہ۔ جہاں اِن دنوں مفتی احمد یار خان صاحبؒ زیادہ تر تصنیف و تالیف میں مصروف تھے وہاں ہی تشریف لائے ہوئے صاحبان میں سے دو کے متعلق بتایا گیا کہ ایک پیر جماعت علیشاہ صاحبؒ ہیں اور دوسرے محدّث کچھوچھوی رح ہیں۔

۱۱۔ گجرات کالری گیٹ میں سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب کا مدرسہ اشاعت القرآن۔ جہاں ان دنوں مولینا محمد فاضل صاحب رح پڑھاتے تھے کتب متنبی وغیرہ تھیں۔

۱۲۔ گوجرانوالہ میں شیرانوالہ باغ کے قریب مدرسہ انوار العلوم جہاں اِن دنوں مولینا عبدالعزیز صاحبؒ پڑھاتے تھے

۱۳۔ گوجرانوالہ۔ کھیالی گیٹ جہاں اِن دنوں مولینا محمد چراغ صاحب پڑھاتے تھے۔

۱۴۔ کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات میں اہم درس تھا جس میں مولینا سلطان محمود صاحبؒ سابق مدرس فتحپوری دہلی پڑھاتے رہے۔

۱۵۔ انھی ضلع گجرات کی قدیم درسگاہ جہاں ان دنوں مولینا ولی اللہ صاحبؒ پڑھاتے تھے اسباق میبذی وغیرہ تھے۔

۱۶۔ مسجد وزیر خان لاہور۔ جہاں ان دنوں مولینا ابو الحسنات صاحب قادری مہتمم تھے۔

۱۷۔ شیرانوالہ گیٹ جہاں ان دنوں حضرت مولینا احمد علی صاحب رح کا درس قرآن مجید مثالی تھا۔

۱۸۔ رتہ امرال راولپنڈی۔ جہاں مولینا عبدالہادی صاحب پڑھاتے تھے اسباق ہدایہ وغیرہ تھے۔

۱۹۔ پُرانا قلعہ راولپنڈی۔ جہاں مولینا غلام اللہ خان صاحبؒ ترجمہ و تفسیر بہت محنت سے پڑھاتے تھے۔

۲۰۔ خان پور کٹورہ ضلع رحیم یار خان جہاں مولینا محمد عبداللہ درخواستی صاحب ترجمہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔

۲۱۔ نیلا گنبد لاہور۔ جہاں ان دنوں مولوی فاضل کی تیاری کرائی جاتی تھی۔ مولینا کا کہنا ہے کہ میں بھی مستفید ہونا چاہتا تھا مگر امن و امان کے لحاظ سے ملکی حالات خراب تھے فسادات رونما تھے اور آئے دن بدامنی کے واقعات رونما ہوتے رہتے تھے مثلاً مسجد شمس آباد کے دروازہ پر بعض رفقاء سمیت کھڑا تھا کہ جنوب مشرقی طرف کے کئی منزلہ بلند مکان سے ایک سکھ نے فائرنگ شروع کر دی گولیاں دروازے پر لگیں اور اللہ تعالیٰ نے بچاؤ کر دیا۔ ایک رات بعد عشاء مغربی جانب ریلوے کی تنگ سڑک سے گذر رہا تھا کہ سڑک پر اندھیرے میں پڑی ہوئی لاش نے راستہ تقریباً بند کر رکھا تھا راستہ نہ پاکر واپس آگیا۔ علی الصبح وہاں گیا کہ وہ لاش کس کی ہے مگر وہاں لاش نہ تھی۔ البتہ یہ بتایا گیا کہ اِس مقام سے ذرا آگے ایک بوری میں تین انسانوں کے بریدہ سر ملے ہیں۔ ایک دن دوپہر کے وقت پشاور روڈ پر پیدل جارہا تھا۔ سڑک تقریباً سنسان تھی کہ اچانک جھاڑی نما درختوں کی اوٹ سے سانولے رنگ کے دو آدمی ہاتھوں میں پستول تانے تیزی سے اُٹھے اور میری طرف دائیں بائیں سمت سے لپکے، میں رُکا اور پوچھا کہ کیا بات ہے، اُنھوں نے جلدی سے میری جیبیں ٹٹولیں اور کچھ نہ پایا تو ایسی زبان میں کچھ کہا کہ مجھے کچھ پلے نہ پڑا اور جو میں نے اُن سے کہا وہ اُن کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ اوٹ میں لوٹ گئے غالباً وہ کسی اور شکار کی تلاش میں تھے۔ غرضیکہ اِس قسم کے واقعات اور فسادات کے کچھ اثرات تو راولپنڈی پہنچ چکے تھے مگر اس کی شدّت کا احساس اس وقت ہوا جب نیلا گنبد لاہور گیا۔ لاہور اسٹیشن کے سامنے سبھی جگہیں مہاجروں کے لٹے پٹے قافلوں، بے بس ضعیفوں، آہیں بھرتی عورتوں اور سسکیاں لیتے ہوئے بچوں سے اٹی پڑی تھیں اور مزید

قافلوں کی آمد جاری تھی۔ نیلا گنبد پہنچا تو وہاں کے ایک محترم استاد صاحب نے سمجھایا کہ مدرسہ بند ہے۔ حالات خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں فوراً وطن واپس چلے جاؤ۔ سواری گاڑی نہ ملے تو مال گاڑی کو ہی غنیمت سمجھو آپ نے بکمال شفقت بھنے ہوئے چنے بھی دیئے کہ یہ راستہ میں کام آئیں گے واپس اسٹیشن آیا تو معلوم ہوا کہ گاڑیاں تقریباً بند ہیں اکا دکا یا مال گاڑی آتی ہے ٹکٹ گھر کی کھڑکی کے اندر سے ایک بابو جی کی آواز آرہی تھی کہ یہاں ایک دن رات میں ایک لاکھ روپیہ سے زائد کے ٹکٹ فروخت ہوتے تھے مگر آج کی کُل آمدنی ابھی تک پانچ روپیہ ہے۔ گاڑی کے انتظار میں تھا کہ کسی صاحب نے میرا سامان غائب کرکے بوجھ ہلکا کر دیا جس میں زیادہ تر کتابیں تھیں۔ کرایہ بھی گذارے کا تھا بعض جگہ ٹکٹ گھر ہی بند تھے۔ بہرحال کچھ سواری گاڑی، کچھ مال گاڑی اور کچھ ویسے چل کر دو تین دن میں واپس راولپنڈی پہنچ گیا اور دورہ حدیث شریف کی تیاری میں لگ گیا۔

۲۲ - مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان - مولینا نے بتایا

(الف) اس سال دورہ حدیث شریف کا سال تھا ملکی حالات قدرے سکون میں تھے مگر اب گھر کے حالات ابتر تھے اور خدشہ یہ تھا کہ جناب والد صاحب محترمؒ اجازت نہ دیں گے اور والد صاحبؒ سے اصرار کرتے ویسے ہی ڈر لگتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب والد صاحبؒ سے ڈرنے میں کچھ زیادہ ہی حصہ پایا تھا گھر میں بھی انکے سامنے بیٹھنے میں جھجک ہی رہتی ایک دفعہ کھانے کے دوران والد صاحبؒ نے کچھ گفتگو فرمائی تو میں ہمہ تن ادھر متوجہ رہا کھانے میں دیر کردی تو فرمایا تم سست ہو کھانے میں دیر کر دی بس مزید نوالہ کی ہمت نہ پڑی۔ کھانے کے بعد فرمایا کہ اٹھو اور کھڑے ہو کر کسی آیت یا حدیث کا مطلب بیان کرو۔ اُٹھا تو فوری طور پر کچھ کہہ نہ سکا بہت سوچا مگر کچھ یاد نہ آیا اس خیال سے کہ اس میں بھی دیر نہ ہو جائے میں نے تعوذ و تسمیہ کے بعد "الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ" تک پڑھکر ترجمہ اور تشریح بیان کرنا شروع کر دیا خدا خبر کیا کچھ کہا البتہ یہ یاد ہے کہ یہ جملہ بھی کہا تھا کہ "متشکک خواہ مخواہ شک کرے تو کرے مگر منصف مزاج شخص کو اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہو سکتا" تقریب ختم ہوئی بعد میں پتہ چلا کہ اباجانؒ بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ بحمد للہ میرے بیٹے کی تقریر عالمانہ ہے"، ایک دن والد صاحب فرصت میں تھے گھر کے زینہ پر بیٹھا کر پارہ ۲۹ سورہ جن کی آیت ۲۶ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ الآیۃ کی تشریح بیان فرمائی اور فرمایا کہ آجکل لوگ اس میں بڑی بحث کرتے ہیں۔

(ب) بہرحال دورہ حدیث شریف کے لیے جانا تھا اور والد صاحبؒ سے ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ ذہن میں یہی آیا کہ ایک استفتاء مرتب کیا کہ "ان حالات میں دورہ حدیث شریف کے لیے چلے جانے کا شرعی حکم کیا ہے"، مولینا محمد اسحق مانسہرویؒ اور کچھ دوسرے علماء نے فتویٰ دیا کہ "تم جا سکتے ہو"۔ چنانچہ دورہ حدیث کے لئے ارادہ تو پختہ ہو گیا گھر بھی لکھا مگر خدشہ تھا کہ گھر سے بلاوا ہی نہ آجائے۔ آخر کار والد صاحبؒ کا خط ملا جسمیں دیگر حالات کے علاوہ مندرجہ ذیل عبارت بھی درج تھی۔

" برخوردار مولوی محمد صادق سلامت باکرامت۔ السلام علیکم۔ ذاتِ قدوس آپ کو سلامت رکھے، کامیاب کرے اور تندرستی عطا فرمائے۔ ہم دعاگو ہیں اور رضامند ہیں آپ فکر نہ کریں اگر پردیس میں آپ کو کچھ ضرورت پڑ جائے تو دیر نہ کریں، شرم بھی نہ کریں فوراً مطلع کریں انشاء اللہ ہم دریغ نہ کریں گے۔ الشمس البازغۃ اور المحیط الدائرہ تلاش کیا نہیں ملا۔ باقی یہ لکھیں کہ اکل و شرب کی حالت کیا ہے کیا قوت لایموت ہی ہے یا سیر ہو جاتے ہو۔ خداوند کریم اِدھر اور اُدھر ہر دو جانب زندگی، تندرستی اور کامیابی دے"

والد صاحبؒ کے اس خط سے از حد تسکین ملی وللہ الحمد " رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا "

۶۔ دورہ حدیث شریف اور بعض حالات و واقعات۔

(ا) مولیٰنا نے ذکر کیا کہ دورہ حدیث شریف کے لئے بمعیت مولیٰنا خلیل الرحمٰن صاحب نثر الی جبیر نزد قاضیاں ضلع راولپنڈی، پہلے تو سیدھے بہاولپور جانے کا ارادہ تھا مگر راولپنڈی صدر کے مولیٰنا ولی محمد بٹالویؒ نے بتایا کہ حال ہی میں جالندھر سے مدرسہ عربیہ خیر المدارس اب ملتان آگیا ہے ملتان راستہ میں ہے وہاں بھی پتہ کر لینا۔ چنانچہ ہم ملتان اُترے مدرسہ دیکھا۔ موجود اساتذہ کی زیارت کی تو ملتان میں بھی داخلہ مل جانا غنیمت جانا دوسرے دن موقوف علیہ کتب کے بارے میں تفتیش اور مختصر سے امتحان کے بعد ہمیں داخلہ مل گیا۔ اسباق میں بخاری شریف مولیٰنا خیر محمد صاحبؒ کے ہاں، ترمذی شریف شیخ الحدیث مولیٰنا عبدالرحمٰن صاحبؒ سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہاں، ابو داؤد شریف مولیٰنا مفتی عبداللہ صاحب کے ہاں، ابن ماجہ اور نسائی شریف، مولیٰنا عبدالشکور صاحبؒ سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہاں اور دوسری کتب مثلاً طحاوی شریف، مؤطا امام محمدؒ اور مؤطا امام مالکؒ وغیرہ بھی انہیں اساتذہ کرام میں تقسیم تھیں اور ایک قاری صاحب کا بھی ایک پریڈ ہوتا تھا۔ مدرسہ خیر المدارس کا محل وقوع شہر سے بالکل باہر پرسکون جگہ تھی، اسباق مثالی تھے۔ دورہ حدیث شریف کی جماعت میں ستر کے قریب طلباء تھے ان میں سے بعض تو عالی پایہ صاحب علم تھے اِس سے اسباق میں خوب گہما گہمی رہتی تھی۔ انہیں دنوں وہاں ایک خوش پوش نوجوان صوفی منش طالبعلم داخل ہوئے باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ وہ بی اے بی ٹی ہیں۔ کسی گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے دینی تعلیم کا شوق ہوا مستعفی ہو کر خیر المدارس آگئے یہاں انکا سبق عربی قواعد کی ابتدائی کتاب میزان الصرف سے شروع ہوا البتہ مہتمم صاحب نے ان کے لئے خصوصی اسباق کا انتظام بھی کر دیا تھا۔

(ب) مولیٰنا نے فرمایا کہ مدرسہ خیر المدارس میں ایک معیاری دینی مدرسہ کے انتظام تھے رہائش و خوراک کا مناسب انتظام بھی موجود تھا البتہ عمر کا تقاضا تھا کہ معدے خوب فعّال تھے اور کبھی کبھی باہم نجی گفتگو میں کھانے کی کمی کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آجاتا۔ اصل میں اس وقت ہماری توجہ اس طرف کم جاتی تھی کہ دینی مدارس چلانے والے کس مشکلات میں یہ مدارس چلا رہے ہیں اور نہ اس طرف ذہن جاتا تھا کہ علم دین کو فقر و فاقہ سے خصوصی نسبت ہے۔ ساتھی مولیٰنا خلیل الرحمٰنؒ سے مشورہ کے بعد ہم نے طے کیا کہ خالی بھوک برداشت کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ روزے رکھ لیا کریں۔ دوپہر کا کھانا محفوظ رکھکر اور شام کا کھانا ملا کر کم از کم ایک وقت تو سیر ہو کر کھا لیا کریں اور سحری کو یوں ہی روزہ رکھ لیا کریں۔ تجویز تو اچھی تھی اِس پر عمل بھی کیا گیا مگر غالباً باسی روٹی راس نہ آئی تقریباً چودھواں روزہ تھا کہ بخار شروع ہو گیا اور بڑھتا ہی گیا حتیٰ کہ غنودگی اور بیہوشی میں کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں ہوں اور کتنے دن رات گذر رہے ہیں البتہ اسی حالت میں یہ دیکھا اور دیکھ کر یہی سمجھا کہ آسمان کی طرف سے سفید لباس میں ملبوس، سفید کفن اُٹھائے، موت کے فرشتے قطار اندر قطار اتر رہے ہیں۔ اور آکر میرے اردگرد چپ چاپ بیٹھتے جاتے ہیں۔ وہ کبھی اوپر بھی دیکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوا کہ یہ ماتحت فرشتے ہیں اور اپنے سردار ملک الموت کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو پھر میری روح قبض کریں گے اتنے میں ان کے سردار ملک الموت بھی آگئے وہ بھی سفید لباس میں ملبوس سفید کفن کندے پر ڈالے سامنے کی طرف اس طرح کھڑے ہوئے کہ میں چت لیٹے انہیں آمنے سامنے دیکھ رہا تھا باقی وہ سب فرشتے بھی کھڑے ہو کر ان کی طرف متوجہ اور ان کے حکم کے

منتظر دکھائی دے رہے تھے۔ اسی دوران جنہیں میں ان کا سردار ملک الموت سمجھ رہا تھا انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر ان دوسرے فرشتوں کی طرف مخاطب ہو کر یہ جملہ کہا "ابھی نہیں پھر" بس ان کا یہ کہنا تھا کہ وہ سب جنہیں میں فرشتے جان رہا تھا۔ قطار اندر قطار جسطرح آئے تھے، آسمان کی طرف واپس ہونا شروع ہوئے واللہ اعلم بالصواب یہ منظر خواب تھا یا حقیقت، بہر کیف اب بخار کا نام و نشان نہ تھا اور میں جلد از جلد صحت کی بحالی کا خواہاں تھا تاکہ بیماری کی وجہ سے مدرسہ کے اسباق اور قومی رضا کار ٹریننگ میں جو ناغے ہو چکے ہیں ان کی تلافی کر سکوں۔ گو دورہ حدیث شریف کے سال، مذکورہ ٹریننگ کی فرصت تو نہ تھی مگر چونکہ قبل ازیں اس سلسلہ میں بالکل غیر تربیت یافتہ ہونے کی بنا پر ایک دلشکنی کا سامنا ہوا تھا اور وہ یہ کہ جب چوہڑ ہڑپال راولپنڈی میں تھا اور اس دوران کشمیر کے مظلوم بھائیوں کی مدد کیلئے کئی تحریکیں زور و شور سے چل رہی تھیں، میرا جی بھی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح کچھ حصہ لوں، مگر محض ایک طالب علم تھا عملی طور پر حصہ لینے کے قابل نہ تھا ان دنوں ایک صاحب نے پیشکش کی کہ اگر تم مجاہدین میں شامل ہونا چاہو تو ملیشیا کی وردی میں فراہم کرتا ہوں۔ میں اور ایک اور ساتھی تیار ہو گئے۔ باقی رفقاء کو الوداع کہا اور متعلقہ مرکز میں جا پہنچے۔ مگر وہاں سے یہ جواب ملا کہ ملیشیا کی وردی کے ساتھ تربیت بھی چاہیے۔ نتیجۃً واپس ہونا پڑا۔ جب دورہ حدیث شریف کے سال ملتان میں، مدرسہ عربیہ خیر المدارس کے طلباء پر مشتمل ایک دستہ بنام "مولوی بٹالین" قائم ہوا اور سرکاری سرپرستی میں انکی تربیت کا اہتمام ہوا تو اسمیں شمولیت کو غنیمت سمجھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادے مولینا قاری سعید الرحمن صاحب حال مہتمم جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی بھی اپنے بڑے بھائی جان سمیت اسمیں شامل تھے۔ مجھے اپنی علالت کے دوران ناغوں کے باوجود اس تربیتی کورس میں پھر شامل کر لیا گیا۔ دوران تربیت مشقیں کبھی پولیس لائن گراؤنڈ میں اور کبھی ملتان کے پرانا قلعہ کے دامن میں ہوا کرتی تھیں اور اسی قدیم تاریخی قلعہ کے دامن میں جلسہ تقسیم اسناد میں ایک فاضل مقرر نے بڑے سنجیدہ انداز میں فرمایا کہ "یہ وہ تاریخی جگہ ہے جہاں کبھی محمد بن قاسمؒ کے عہد کے مجاہدین کے مبارک قدم یہاں پہنچے تھے وہاں آج تم کھڑے ہو" انکے اس ایک جملہ نے اس مجمع عظیم کو اپنی تاریخ کا احساس دلاتے ہوئے ان میں ایک عظیم جذبہ بیدار کر دیا۔ بہر حال ملتان میں دورہ حدیث شریف کا سال عمر بھر کا مبارک سال تھا اگر فتاوی عالمگیری کا ترجمہ شروع کرنے پر بشارتوں کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو اس سال کو بشارتوں کا سال کہہ سکتا ہوں جو مجھ جیسے ناکاروں، نااہلوں اور کم ہمتوں کی ڈھارس بندھانے کے لئے اللہ تعالیٰ بطور رعایت، عنایت فرما دیتے ہیں۔ اللھم انی اعوذ بك من شر نفسی ومن شر کل شیطان مرید و شر کل جبار عنید ان ولی اللہ الذی نزل الکتب وھو یتولی الصالحین۔ مذکورہ علالت سے صحت یاب ہونے پر محترم رفیق سفر مولینا خلیل الرحمنؒ سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہم باسی روٹی کے متحمل نہیں ہو سکتے جو ملے تازی ہی کھا لیا کرینگے اور اگر بھوک محسوس ہو تو باہر جا کر زمینوں پر مولیوں کے وسیع کھیت میں پتوں کی کوئی ممانعت ہے، چنانچہ مطبخ کے نمک کے ساتھ ان پتوں سے بظاہر تو سیر ہو جاتے مگر مولی تو ہاضم ہے وہ پتے بھوک کو مزید بڑھا دیتے لہذا یہ مشغلہ بھی ترک کرنا پڑا۔

(ج) مولینا نے بتایا کہ مدرسہ خیر المدارس میں ایک ساتھی مولینا قاری عبد الرؤف ہزاروی صاحب تھے وہ شہر میں حسین آگاہی کے قریب ایک مسجد میں امام بھی تھے انہیں وہاں دوسرے مکتب فکر کے اہل علم سے بعض مسائل میں آمنا سامنا ہو گیا آپنے مجھے ترغیب دی بلکہ یہ تحریک کی کہ ان سے علمی بحث کی جائے میں تیار ہو گیا مگر وہ مذاکرات اچھے خاصے رسمی مناظرہ کی شکل اختیار کر گئے، پھر کیا تھا مجھ پر اس قسم کے نام نہاد مناظروں کا خبط سوار ہو گیا۔ ایک دفعہ تو سفر کے قریب دورہ حدیث شریف کی پوری جماعت ساتھ ہو لی۔ طالبعلمی کے دور میں امنگ، ترنگ اور جذبہ تو وافر ہوتا ہے مگر احساس ذمہ داری بہت کم۔ بس زبان پر جو آیا کہہ گیا۔ پیشہ ور نعرہ بازوں کے نعروں سے یہ وہم بھی آ لیا کہ واقعی مناظرہ میں مکالمہ بہت عمدہ رہا نعروں کی گونج سے عوام بھی متاثر ہو جاتے ہیں وہ کچھ سمجھ پائیں یا نہ، انہوں نے خوب داد دی، واہ واہ کی، مشروبات سے تواضع کی بلکہ اسی مجلس میں قاری عبد الرؤف صاحب کو ہی مستقل امام و خطیب مقرر کیا گیا اور نئی انتظامیہ تشکیل پائی۔ مگر ہوا وہی جسکا مجھے کھٹکا تھا واپسی پر بات کو مدرسہ کے مہتمم حضرت مولینا خیر محمد صاحبؒ نے بلوایا پہلے تو روئیداد سنی تو فرمایا کہ سنا ہے کہ آپنے ان الزام تراشوں کو خوب جوابات دیئے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ میں بھی جوانی میں یہ شوق پورا کرتا رہا چنانچہ آپ نے اپنے اس دور کی بعض قلمی تحریریں بکمال شفقت مجھے عنایت فرمائیں۔ اور دعائیں بھی دیں اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ "آئندہ یہاں یہ شغل نہیں کرنا آجکل کے مناظرے تحقیق حق کیلئے نہیں محض مقابلوں کیلئے ہوتے ہیں انکا چنداں فائدہ نہیں، انمیں الجھنا خواہ مخواہ

اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا ہے۔ آپ اسباق کی تیاری پر محنت صرف کریں" حضرت مہتمم صاحب کا ارشاد حقیقت پر مبنی تھا اور پھر آپ کے حکم سے چوں وچرا کی گنجائش بھی نہ تھی چنانچہ یہ خبط جاتا رہا اور آپ کی عطا کردہ قلمی تحریرات بھی کافی عرصہ تک محفوظ رہیں اوران کی روشنی میں موسم گرما کی تعطیلات میں مزید محنت کرکے ایک مسودہ تیار ہوگیا تھا جس میں بچہ کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے معاملات میں جو غلط رسمیں داخل ہوگئیں ہیں ان کی تاریخی حقیقت، ان کی شرعی حیثیت مع الدلائل مرتب تھیں مگر جب پہلی دفعہ سہگل آباد ضلع جہلم آنا ہوا، بس سوہاوہ رکی اور نماز عصر کے لئے اترا تو واپسی پر بس سے سامان غائب تھا جس میں وہ مسودے بھی تھے۔ تلاش کیا، اخباری اعلان بھی کرایا کہ کم ازکم وہ مسودے ہی مل جائیں مگر کچھ پتہ نہ چلا کہ کون لے گیا۔

(د) مولینا نے اظہار فرمایا کہ خیر المدارس میں اسباق کے دوران میں اس حقیقت کو خصوصی اہمیت دیتا رہا کہ دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء، اہم اسباق کیلئے بالعموم، مطالعہ کرکے اور تیاری کرکے آتے ہیں اسی لیئے ان اساتذہ کی درسی تقاریر اور طلباء کے سوالات کے جوابات اہم علمی سرمایہ ہوتے ہیں اور پھر اتفاق سے اس سال وہاں اساتذہ بھی چوٹی کے جمع تھے۔ چنانچہ میں خوشنویس تو نہ تھا مگر زود نویس تھا اکثر اساتذہ کی درسی تقریریں جملۃ یاخلاصۃ لکھ لیتا تھا اس طرح ہر موضوع پر مختلف اساتذہ کی تقاریر جمع ہو جاتیں ساتھ ہی مولینا محمد عبدالخالق صاحبؒ نے اپنے اساتذہ کی جو تقاریر مجھے عنایت کر رکھی تھیں وہ بھی جمع کرتا پھر مکررات حذف کرکے اور کچھ نہ کچھ بذل المجہود شرح ابوداؤد شریف سے بھی استفادہ کرکے سب کے خلاصہ کو یوں مرتب کرلیتا کہ اس میں (۱) متن کی عبارت اور سند کے متعلق حسب ضرورت مختصر بیان (۲) بیان مذاہب (۳) بیان الدلائل (۴) احناف کی طرف سے جواب الدلائل (۵) جواب الشبہات (۶) جواب الاعتراضات (۷) اور احناف کی طرف سے اعتراضات وغیرہ حسب ترتیب جمع ہوتے۔ یہ لازمی نہ تھا کہ ہر مسئلہ میں مذکورہ ساتوں امور کا ذکر ہوتا تاہم بالعموم ترتیب یہی ہوتی۔ اس طرح اس دوران باب الجمعۃ تک مرتب کردہ مسودوں سے چودہ کاپیاں بھر گئیں۔ گو بعد میں جب اسباق کی بھیڑ زیادہ ہوگئی تو اس نہج پر خلاصہ تیار کرنے کے لئے فرصت نہ رہی البتہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق کے دوران اساتذہ کی تقاریر لکھ لینے کا التزام جاری رہا۔

(س) مولینا نے بتایا کہ مذکورہ تحریرات میں یہ شوق بھی جاری رہا کہ لکھائی کا اکثر کام عربی میں ہو، اسی لئے سالانہ امتحان میں سوالات کے جوابات بھی اسی ٹوٹی پھوٹی عربی میں لکھے عربی نویسی کا شوق تو پورا کرلیا مگر بعد میں یہ خطرہ بھی محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ سوالات کے جوابات میں اغلاط اور عربی تحریرات کی اغلاط جمع ہو کر اتنی وزنی ہو جائیں کہ امتحان میں کامیابی کی کشتی اس وزن کو سہار ہی نہ سکے مگر اللہ تعالٰی نے مدد فرمائی کہ نتیجہ میں اساتذہ نے کامیاب قرار دیا اور جب سالانہ جلسہ پر دستار بندی کے ساتھ سند عطا کی گئی تو اس میں اساتذہ کے خصوصی تاثرات کے خانہ میں یہ لکھا تھا کہ

" الاخ الصالح فی الدین المولوی محمد صادق بن حافظ نور حسینؒ المتوطن میانہ مورہ من مضافات راولفندی، قد دخل مدرستنا التی ھی مرکز العلوم فی الفنجاب من مملکۃ باکستان صانھا اللہ تعالی عن الدواھی والحدثان فی ذی تعدۃ سنۃ ست وستین بعد ثلثمائۃ والف من الھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا الف الف صلوۃ وتحیۃ واقام فیھا تسعۃ اشھر فقرأ علینا من العلوم والفنون الکتب الاٰتیۃ التی تکتب تحت بقی ماقرأ علینا علی طریقۃ حسنۃ رضی عنہ الاساتذۃ وارکان المدرسۃ وھو عندنا

" ذو فھم قادر علی التعلم والافادۃ " الخ

۷۔ سلسلہ سند علوم الٰہیہ

علوم الٰہیہ یعنی علوم دینیہ پر مشتمل بعض کتب احادیث کا سلسلہ سند

اللہ جل شانہ

حضرت جبریل علیہ السلام

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صاحب النسائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سند نسائی شریف میں ہے

ابو عبدالرحمٰن بن شعیب النسائی رح
ابوبکر احمد محمد دینوری ابن السنی رح
قاضی ابونصر احمد بن الحسن الکسار رح
حسن بن احمد الحداد رح
ابو المکارم احمد بن محمد اللبان رح
فخر بن البخاری رح
عمر المراغی رح
عبدالرحیم بن فرات رح
الشیخ الزین زکریا رح۔

صاحب البخاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بخاری شریف میں ہے

ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم صاحب البخاری رح
ابو عبداللہ محمد بن یوسف الفربری رح
ابو محمد عبداللہ بن احمد السرخسی رح
شیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر داؤدی رح
ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ الھروی رح
السراج الحسین بن المبارک الزبیدی رح
ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجاز رح
ابراہیم بن احمد التنوخی رح
حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی رح

صاحب ترمذی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک سند ترمذی شریف میں ہے

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ الترمذی رح
ابو العباس محمد بن احمد المروزی رح
ابو محمد عبدالجبار بن محمد بن عبداللہ الجراحی رح
ابو عامر محمود بن قاسم و ابونصر و ابوبکر احمد رح
ابو الفتح عبدالملک بن ابی القاسم الکروخی رح
عمر بن طبرزد البغدادی رح
فخر بن البخاری رح
شیخ عمر المراغی رح
السعد عبدالرحیم رح
شیخ الزین زکریا رح
شیخ النجم الغیطی رح
شیخ شہاب احمد السبکی رح
شیخ المزاحی رح

احمد زکریا بن محمد ابو یحییٰ الانصاری رح
شمس الدین محمد بن احمد بن محمد السرملی رح
احمد بن عبدالقدوس ابو المواہب الشناوی رح
شیخ احمد القشاشی رح
شیخ ابراہیم الکردی المدنی رح
ابوالطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی رح
شیخ شاہ ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم دہلوی رح
شیخ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی رح

مولینا رشید الدین رح | شاہ محمد اسحٰق دہلوی رح | محمد عابد الانصاری رح | شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رح

مملوک علی رح | احمد علی سہارنپوری رح | شاہ عبدالغنی دہلوی رح | احمد سعید دہلوی رح

محمد طاہر رح | رشید احمد گنگوہی رح | محمد قاسم نانوتوی رح | محمد یعقوب رح

خلیل احمد سہارنپوری رح | عبدالاعلیٰ رح | شیخ الہند محمود الحسن رح | اشرف علی تھانوی رح | محمد یٰسین سرہندی رح

عبدالشکور رح | حسین احمد مدنی رح | انور شاہ کاشمیری رح

شیخ الحدیث عبدالرحمٰن بہبودی رح | محمد عبدالخالق رح | مفتی عبداللہ | خیر محمد جالندھری رح

مولینا ابو السعید محمد صادق مدظلہ

(نوٹ:- بعض اساتذہ کے باہم دیگر سلسلے بھی ہیں)

۸۔ مسجد شمس آباد صدر راولپنڈی میں درسِ قرآن مجید اور بلین المدارس مقابلہ تقاریر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری اور اعزاز

(ا) مولینا نے ذکر کیا کہ دورہ حدیث شریف کے بعد خان پورہ کٹورہ کچھ وقت گذارنے کے بعد جناب محمد اسحٰق صاحب، منشی عبدالغنی صاحب محمد قاسم صاحب اور مقبول الٰہی صاحب کی دعوت خواہش پر شمس آباد صدر راولپنڈی کی مسجد میں امامت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ تو یہاں بعد نماز درسِ قرآن مجید شروع کیا جو بحمداللہ الحمد سے الناس تک تقریباً چار سال میں مکمل ہوا۔ انجمن مسجد شمس آباد کی بنیاد ڈالی جس کے زیر اہتمام مسجد کی توسیع اور تعمیر جدید بھی عمل میں آگئی۔ ۱۹۵۰ء میں فاضل عربی اور ۱۹۵۱ء میں فاضل فارسی بھی کر لیا۔ اور فاضل اردو تو کچھ عرصہ بعد کیا۔ اسی دوران مولینا نے حضرت مولینا خیر محمد صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ایک سکول میں دینیات کی تدریس کا موقع مل رہا ہے، کیا ارشاد ہے؟ آپ نے بکمال شفقت جواب دیا کہ "برخوردار یہ تو نیت پر ہے اگر جذبہ اشاعتِ دین ہو تو سکولوں اور کالجوں میں بھی دینی محنت کا وسیع میدان موجود ہے بلکہ فروغِ دین اور حصول معاش دونوں کے لئے مساعی کا ثواب ملنا متوقع ہے۔" چنانچہ ڈینز ہائی سکول صدر راولپنڈی میں مدرس دینیات کی آسامی پر کام شروع کر دیا۔

(ب) مولینا نے بتایا کہ ان دنوں مغربی پاکستان کی سطح پر فیض الاسلام ہائی سکول راولپنڈی میں قرأت، نعت، اور تقاریر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہمارے سکول کے طلبار بھی حصّہ لیتے۔ قرأت اور نعت خوانی میں تو معمولی محنت سے طلبار، تیاری کر لیتے تھے اور نعت خوانی میں سید منظور الکونین اپنی پُرتاثیر آواز سے پوزیشن لے جاتے تھے مگر تقاریر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تیاری کے لئے خاصی محنت کرنا پڑتی تھی ثانوی سکول کے طلبار کے لئے تقریر کا مواد، عبارت، ترتیب، نوک پلک، حرکات و سکنات وغیرہ سبھی کچھ تیار کرانا ہوتا ہے اور اس میں احسن الدین، محمد رفیع اور ناظم علیشاہ صاحب کی کارکردگی بہتر تھی۔ بحمداللہ اس مقابلہ میں ہمارے سکول کے طلبار کو مسلسل تین سال ٹرافی ملی۔ جو کہ اب بھی مدرسہ کے دفتر میں یادگار ہے۔ وللہ الحمد۔ گو بعد میں بعض احباب نے تجویز دی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر ڈینز ہائی سکول میں تیار کردہ تقاریر اور سہگل سکول میں جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کردہ تقاریر سیرت جو تقریباً بیس سے زائد ہی ہوں گی یکجا جمع کر کے شائع کر دی جائیں، گو تجویز تو معقول تھی مگر اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہ آسکی۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

۹۔ مسئلہ ختم نبوت پر سیشن جج صاحب راولپنڈی سے مذاکرات و مراسلت

(ا) مولینا نے ذکر کیا کہ راولپنڈی رہائش کے دوران اللہ تعالےٰ نے مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں اس ناکارہ سے بھی ایک خدمت لی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس سے کچھ عرصہ قبل ختم نبوّت کی مشہور تحریک چل چکی تھی۔ جس میں عوام و خواص کی قربانیاں اب تک یادگار ہیں مگر یہ مسئلہ ابھی تک سرکاری سطح تک متنازعہ ہی سمجھا جا رہا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس دور میں یہ مسئلہ نازک ترین مسائل میں شمار ہوتا تھا۔ ایک دفعہ طلبار کے سامنے ختم نبوت کے بیان پر باز پرس بھی بھگتنی پڑی تھی۔ دریں اثنا راولپنڈی میں اس وقت کے سیشن جج جناب شیخ محمد اکبر صاحب کی عدالت میں ایک ایسا مقدمہ دائر تھا جس کے فیصلہ کا مدار اس پر تھا کہ مرزائی فرقہ مسلمان ہے یا نہ؟ کئی علمار رح کی شہادتیں پیش ہو چکی تھیں۔ سیشن جج صاحب سے میرا ذاتی تعارف تو تھا نہیں کسی اور صاحب کے کہنے سے انہوں نے مجھے بلا بھیجا۔ حاضری دی تو ملاقات کے فوراً بعد صاحب موصوف نے اس موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں کچھ اس قسم کی گفتگو فرمائی۔

سیشن جج صاحب۔ مولٰینا تشریف رکھیئے آپ سے یہ دریافت کرنے کے لئے آپ کو تکلیف دی کہ یہ مرزائی فرقہ مسلمان ہے یا نہ۔

مولٰینا محمد صادق صاحب۔ جی ہاں، علمار کی تحقیق یہی ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور خود مرزا غلام احمد قادیانی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسکے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

سیشن جج صاحب۔ اِن مولوی صاحبان کا کیا کہنا۔ بس یوں سمجھیئے کہ ان کے پاس کفر کے فتووں کی ایک مشین ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر یہ کافر وہ کافر۔ اگر ان فتووں سے واقعی کوئی کافر ہو جاتا ہے تو پھر پاکستان میں کونسا فرقہ مسلمان باقی رہتا ہے۔ میرے ایک کیس میں کئی علمار کرام نے اپنی شہادتوں میں مرزائی فرقہ کو غیر مسلم کہا ہے مگر میں مطمئن نہیں ہوا اور دل میں عہد کر رکھا ہے کہ خواہ کچھ ہو فیصلہ اپنے ضمیر کے مطابق دوں گا۔

مولٰینا محمد صادق صاحب۔ محترم، باقی اسلامی فرقوں کا اگر کوئی فتویٰ ایک دوسرے پر ہے تو وہ اس طرح کا متفقہ نہیں ہے، جس طرح کہ مرزائی فرقہ پر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اسے نبی ماننے والوں کے متعلق تو اسلام کے سبھی مکاتیب فکر کا متفقہ فتویٰ ہے یہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اگر آپ مطمئن نہیں ہیں تو یہ آپ کی ایک ذاتی رائے ہے مگر میں یہ عرض کروں گا کہ ہم دیہاتی لوگ ایک تھانیدار کے سامنے بھی اس کے منصب کی بنا پر اس کی منشار کے خلاف کچھ کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ اور سیشن جج صاحب کے متعلق تو سُنا ہے کہ وہ پھانسی کا فیصلہ دے سکتے ہیں۔ اس وقت آپ کے عہدہ کی دیوار، گفتگو میں حائل ہے اگر آپ محسوس نہ فرمائیں اور اجازت دیں تو یہ دیوار ہٹا کر گفتگو ہو۔

سیشن جج صاحب۔ ضرور میں نے آپ کو بلوایا ہے آپ آزادانہ اظہار خیال کریں یہ نجی گفتگو ہے۔

مولٰینا محمد صادق صاحب۔ شکریہ، تو عرض ہے کہ آپ کو ججی کرتے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔

سیشن جج صاحب۔ مجھے تو اس پیشہ میں اٹھارہ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی میں جج رہا اور اب سیشن جج بنے بھی عرصہ ہو گیا ہے۔

مولٰینا محمد صادق صاحب۔ تو پھر آپ تو اپنے پیشہ میں ماہر ہیں اور سیشن جج تو سبھی ماہر ہی ہوتے ہوں گے مگر یہ کیا وجہ ہے کہ قتل ہوتا ہے۔ سالوں کا عرصہ گذر جاتا ہے کیس کا فیصلہ ہی ہو نہیں پاتا آپ قاتل کو قانونی سزا دینے میں اتنی دیر کیوں لگاتے ہیں۔

سیشن جج صاحب۔ فیصلہ دینے میں دیر اس لئے نہیں ہوتی کہ ہم قانون کے ماہر نہیں ہیں بلکہ دیر تو اس تحقیق میں ہوتی ہے کہ ملزم نے ارتکاب جرم کیا ہے یا نہ جب ملزم کے اقرار سے یا معتبر شہادتوں سے جرم ثابت ہو جائے تو اس جرم پر متعلقہ دفعہ لگاتے دیر نہیں لگتی اور ہر دفعہ کی سزا تو تعزیرات ہند میں پہلے سے متعیّن ہے۔

مولٰینا محمد صادق صاحب۔ محترم آپ نے اسلامی قوانین کو سمجھنے اور قرآن و سنت کو جاننے میں کتنی مہارت حاصل کی ہے۔

سیشن جج صاحب۔ مولٰینا حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ہمیں اپنی کوتاہی اور تہی دامنی کا اعتراف ہے ہم نے انگریزی زبان سیکھی اور قرآن و سنت اور فقہ کا سارا ذخیرہ عربی زبان میں ہے پھر تعلیمی نصاب میں نیچے سے اوپر تک اسلامی تعلیمات کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ عملی طور پر بھی تمام قوانین تعزیرات ہند کے تھے ہم اسی کے کل پرزے رہے، اسی میں محنت کر کے مہارت حاصل کی اور اسی کے مطابق فیصلے دیتے رہے ہمیں اسلامی قوانین میں

محنت اور مہارت کا کوئی موقع نہیں ملا۔

مولینا محمد صادق صاحب - جناب والا آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علمائے ربانی نے قرآن و سنت، فقہ اور اسلامی قوانین کے جاننے میں محنت کر رکھی ہے اور اس سے زیادہ محنت کی ہے جتنی آپ نے انگریزی قوانین کے لئے کی ہے۔ جس طرح آپ کے سامنے فیصلہ کرنے کی دیر، ارتکاب جرم کے ثبوت تک ہی ہوتی ہے جب اقرار یا معتبر گواہی سے جرم ثابت ہوجائے تو مجرم پر دفعہ لگانے اور اسے سزا سنانے میں دیر نہیں لگتی ٹھیک اسی طرح ختم نبوت کے مذکورہ مسئلہ میں علماء کرام اس حد تک تو تحقیق کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا بھی ہے یا نہ اور اگر اس کے اقرار یا پختہ شہادت سے اس کے دعوی نبوت کا ثبوت مل جائے تو پھر اس پر اور اسے نبی ماننے والوں پر منکرین ختم نبوت کی دفعہ لگاتے دیر نہیں لگتی اور پھر تعزیرات اسلام کی یہ سزا سنانے میں بھی دیر نہیں لگتی کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں پس سارا دار و مدار اسلامی قوانین کے علم و مہارت پر ہے نہ کہ کفر کے فتووں کی مشین والی بات جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔

سیشن جج صاحب - ہاں یہ امر واقعہ ہے کہ ہم نے جدید علوم پڑھے اور اسلامی علوم سے کما حقہ بہرہ ور نہ ہو سکے علماء نے قدیم علوم سیکھے اور وہ جدید علوم سے رہ گئے، ہمارے موجودہ تعلیمی ادارے بھی اسی طرح کے دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں، دینی مدارس، اور سرکاری مدارس، یہ خلیج کب تک حائل رہے گی۔ اس نے ہماری ترقی کی راہ روک رکھی ہے (کچھ مزید گفتگو کے بعد فرمایا) مولینا آپ ایسا کریں کہ جس طرح اس مسئلہ کے خدوخال آپ نے پیش کئے ہیں اسی طرح آپ اس مسئلہ پر ایک مقالہ تیار کر کے مجھے دے دیں میں ٹھنڈے دل سے غور کروں گا اور جیسا کہ میں نے کہا ہے اگر میں مطمئن ہوگیا تو خواہ کچھ ہو اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ دوں گا۔

مولینا محمد صادق صاحب - محترم اس سلسلہ میں، میں سب علماء کی نمائندگی تو کر نہیں سکتا اگر کوئی کوتاہی رہی تو وہ میری کوتاہی ہوگی۔ تاہم اگر آپ کچھ وقت دیں تو یہ موضوع مقالہ کی شکل میں بھی پیش خدمت کر دوں گا۔

سیشن جج صاحب - (ایک پولیس افسر کو بلا کر ان سے تعارف کراتے ہوئے) یہ مولینا جو کاغذات آپ کو دیں آپ مجھے پہنچا دیں اور پھر فرمایا کہ مجھے کچھ دن کیمبل پور عدالت لگانا ہوتی ہے شاید یہاں آپ سے نہ مل سکوں آپ کو تین دن ملتے ہیں چوتھے دن آپ کا مقالہ یہاں پہنچ جانا چاہیے۔

(اسی طرح یہ مجلس ختم ہوئی)

(ب) مولینا کہتے ہیں کہ وہاں سے اٹھا تو مقالہ لکھنے کا بوجھ ذہن پر سوار ہوگیا۔ کئی مقامی علماء کرام سے رابطہ قائم کیا مگر فوری طور پر کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ مثلاً ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہم سے رد قادیانیت میں گھنٹوں تقریر کرا لے مگر ایک سیشن جج صاحب جو اتنے علماء کی شہادتوں سے مطمئن نہیں ہوئے ہم انہیں مطمئن کرنے کے لئے اور کیا لکھیں۔ ایک مولینا صاحب نے فرمایا کہ ختم نبوت کے موضوع پر جتنی کتب درکار ہوں پیش کر سکتا ہوں مگر مذکورہ مقالہ بنانا اور وہ بھی اتنے مختصر وقت میں یہ مشکل ہے۔ ایک مولینا صاحب نے مشورہ دیا کہ گھوڑ ہ گلی چلے جائیں وہاں ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت کے اہم کارکن مولینا محمد علی جالندھری، حضرت مولینا عبدالقادر رائے پوری کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ان سے کام بن جائے گا۔

میں فوراً گھوڑا گلی روانہ ہوگیا۔ مولٰینا صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ہمدردی سے روئیداد سنی اور پھر فرمایا کہ آپ ہمارے خرچ پر آج رات ہی جناب ایکسپریس پر ملتان چلے جائیں میرا رقعہ بھی لیں اور دفتر میں فلاں صاحب سے ملیں وہ آپ کو لکھا لکھایا مقالہ مہیّا کردیں گے۔ عرض کیا مولٰینا ایک دن تو گزر گیا۔ اب دو دن اور تین راتیں باقی ہیں۔ خدا خبر ملتان میں ان صاحب سے ملاقات بھی ہو یا نہ آنے جانے میں ہی وقت صرف ہو جائے گا اس کی بجائے آپ مجھے وقت دیں اور میرے بعض سوالات کا جواب دیں۔ آپ اس پر راضی ہوگئے اور تقریباً دو اڑھائی گھنٹہ میری معروضات کے جوابات میں صرف فرمائے۔ پھر میں نے اجازت لی اور واپس شمس آباد صدر راولپنڈی آگیا۔

ان دنوں ترجمہ قرآن مجید کے سلسلہ میں جناب کیپٹن عبداللطیف صاحب ایم اے تشریف لایا کرتے تھے وہ سبق کیلئے آئے تو ان سے صورت حال ذکر کی اور عرض کیا کہ چونکہ آپ ڈاکٹری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں لہٰذا کوئی ایسی دوا دیں کہ نیند نہ آئے۔ وہ چند پڑیاں لے آئے اور فرمایا کہ زیادہ دن تک کھانا تو خطرناک ہے مگر دو تین دن تک ہر روز آپ ایک پڑیا کھا سکتے ہیں نیند نہیں آئے گی البتہ بعد میں نیند پوری کرنا ہوگی۔ میں نے پڑیا کھائی اور کام شروع کردیا اور مقالہ نویسی کے لئے اللہ تعالےٰ نے ذہن میں یہی بات ڈالی کہ کسی آیت کا انکار تو قطعی کفر ہے یہ عام فہم بات ہے۔ قادیانی ختمِ نبوّت والی آیت کے متن سے نہیں اِس کے مفہوم میں ہیر پھیر کرکے اِس آیت کے اصلی مفہوم سے انکار کرتے ہیں اگر اس آیت کا اصل مفہوم، دوسری آیات، احادیث، فقہی حوالہ جات اور تاریخی واقعات کی روشنی میں ایسا متعین ہو جائے کہ اس آیت کا وہ مفہوم، اُمت کے ہاں اجماعی اور قطعی مفہوم قرار پائے تو پھر ایک منصف مزاج باضمیر شخصیّت کو اس پر یقین کرنے اور اسے تسلیم کرنے میں کسی شک یا تامل کی گنجائش نہ رہے گی۔

چنانچہ مذکورہ آیت کے مفہوم کی تعیّن کے لئے بہت سی حدیثوں، درجنوں تفسیروں، فقہائے کرام کی تحقیقات پر مشتمل کئی حوالے جمع کئے۔ مزید برآں اسلام کی ہزار سالہ تاریخ سے اسکے متعلق کئی مستند واقعات شامل کئے تاکہ ان جملہ حوالوں کی رو سے ایک منصف مزاج مسلمان کو ماننا پڑے کہ مرزائی اس آیت کے اجماعی اور قطعی مفہوم کے منکر ہیں لہٰذا یہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں خصوصاً جبکہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو۔ نیز جب موجب کفر امر کے ارادہ کی تصریح پائی جائے تو بنا بر حسن ظن کسی تاویل کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔ نیز قرآن مجید نے جن اہل کتاب سے نکاح کی اجازت دی ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے سب سچے نبیوں کو مانا اور ایک سچے نبی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا اور ان مرزائیوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے سب سچے نبیوں کو مانا اور ایک جھوٹے نبی یعنی غلام احمد قادیانی کو بھی نبی مانا پس مرزائیوں کو اہل کتاب پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔ لہٰذا مرزائی اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آتے پس ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ مسودہ تقریباً چالیس پچاس بڑے صفحات پر پھیل گیا اور چوتھے دن مذکورہ پولیس افسر کے ذریعہ سیشن جج صاحب کو بھجوا دیا۔

(ج) جونہی اگلا جمعہ آیا اور ان دنوں جمعہ کو آدھا دن سکول لگتا تھا سیشن جج صاحب کا فون آیا کہ ابھی ملیئے۔ حاضر ہوا، ملاقات ہوئی تو دیکھتے ہی فرمایا کہ

"مولٰینا آپ کو مُبارک ہو کہ میں نے آج یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ یہ اہل کتاب بھی نہیں ہیں ان سے کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہے"، اور پھر فرمایا "شاید مجھے اس کی قیمت بھی ادا کرنی پڑے"

پھر تقریباً سنتالیس صفحات پر پھیلا ہوا ٹائپ شدہ فیصلہ میری طرف بڑھایا۔ میں نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور رکھ دیا۔ شکریہ ادا کیا اور دعا بھی کہی اور جلد اجازت چاہی تاکہ جامع مساجد میں اعلان کرا سکوں۔ وہاں سے واپس ہوا تو چھوٹتے ہی سکول آیا اور طلبار کی ایک جماعت کو یہ عبارت املا کرائی۔

" آج راولپنڈی کی سب سے بڑی عدالت نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ یہ کافر ہیں۔ یہ اہل کتاب بھی نہیں ہیں اور ان سے مسلمانوں کا نکاح جائز نہیں ہے۔

" منجانب محمد صادق مسجد شمس آباد۔ صدر راولپنڈی "

پھر طلبار سے کہا کہ آپ لوگ چھٹی کرکے جہاں بھی جائیں مسجد کے منبر پر جو صاحب تقریر کر رہے ہوں انہیں یہ رقعہ دے دیں۔ اس طرح اسی دن بہت سی مساجد میں اعلان ہو گیا۔ اس اعلان کا ردعمل یہ تھا کہ مثلاً ایک بڑی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے گیا وہاں بھی رقعہ پہنچ چکا تھا جب رقعات سنائے جا رہے تھے تو اس رقعہ پر نظر پڑتے ہی وہاں کے مولینا صاحب نے پہلے تو بہت دعائیں دیں۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا سنو مرزائیوں کے متعلق حکومت کے گھر کی آواز سنو پھر وہ رقعہ پڑھ کر سنایا۔ بس کیا تھا ہزاروں کا مجمع، نعرہ ہائے تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

نماز جمعہ کے بعد راولپنڈی کے اس وقت کے اخبار کوہستان کے دفتر یہ خبر شائع کرانے چلا گیا ایڈیٹر صاحب نے قدرے تردد کیا کہ ہمارے نمائندے بھی کچہری گئے ہوئے ہیں مگر ابھی تک نقل فیصلہ یا خبر موصول نہیں ہوئی تو انہیں بتایا گیا کہ نقل فیصلہ تو آج ملے گی نہیں البتہ اصل فیصلہ میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ آپ یقین کریں راوی صادق ہے اور یہ خبر صبح کے پرچہ میں شائع کر دیں۔ کوئی الجھن آئی تو وہ میرے سر ہو گی۔ اسی رات کچھ صاحبان کھوج کرید کرنے تشریف لائے کہ اس خبر سے عوام میں اشتعال پیدا ہو سکتا ہے غالباً وہ سی آئی ڈی کے کارکن تھے۔ مگر اب کیا تھا۔ راولپنڈی کی عدالت عالیہ کا فیصلہ ہو چکا تھا صبح کے اخبارات میں خبر شائع ہوئی اور پھر مذکورہ فیصلہ اردو، انگلش اور بنگالی تینوں زبانوں میں شائع ہوا۔

مولینا کہتے ہیں اس واقعہ سے چند ہی دن پہلے عالم رؤیا میں جو دیکھا تھا کہ بہت سے متعارف و غیر متعارف علمائے دین ایک کشادہ شاہراہ پر جمع ہیں۔ یہ شاہراہ مغربی سمت کو سیدھی مدینہ منورہ تک جاتی ہے حتی کہ اس کے آخری سرے پر مسجد نبوی کے مینار صاف نظر آ رہے ہیں۔ اتنے میں علمائے کرام کے مجمع میں سے کسی نے کہ "مولینا محمد صادق صاحب کو ناظم بنا دیا جائے" باقی حضرات نے تائید کی کہ "ٹھیک ہے" گو اس وقت تو اس خواب کا کوئی خاص محمل ذہن میں نہ آیا مگر مذکورہ واقعہ سے یہ خیال آیا کہ شاید اس کا مصداق یہی واقعہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور پھر بعد کے حالات کے نتیجہ میں تو اسلامی جمہوریہ کے آئین میں یہ ترمیم کی گئی ہے کہ ختم نبوت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ وللہ الحمد۔

۱۰۔ اسلامی نظام کے قیام و فروغ کے لئے ایک خاص کوشش

(۱) پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے قیام پاکستان کے بعد ایک دور ایسا بھی آیا کہ اسلامی نظام کے قیام کی منزل دیگر مسائل کے گرد و غبار میں اٹ کر دھندلی سی ہو گئی تو اس دور میں دینی درد رکھنے والے اصحاب نے مختلف طریقوں سے نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کے قیام و فروغ کے لئے اہم مساعی سر انجام دیں ان منجملہ کوششوں میں سے بعض اکابر نے دستخطوں کے لئے محضر نامے بھی تیار کئے جن میں اس قسم کی عبارت درج تھی کہ

" ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت پاکستان اعلان کرے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام اور قانون قرآن ہوگا

ایسے فارموں پر دستخطی مہم کے لئے شہری حلقہ میں تو آسانی رہی مگر چھاؤنی ایریا میں رکاوٹ سی تھی۔ مولینا کہتے ہیں کہ اس دور میں ہمت پست کرنے والے بال بچوں کے بکھیڑے کم تھے لہٰذا راولپنڈی چھاؤنی ایریا میں یہ خدمت اپنے ذمہ لی چھاؤنی کے رہائشی لوگوں کے علاوہ چھاؤنی کی مساجد کے نمازیوں، حتیٰ کہ سپاہیوں اور سرداروں سے بھی دستخط لئے گئے۔ کچھ الجھنیں بھی آئیں تاہم تقریباً اٹھارہ سو ۱۸۰۰ افراد کے دستخطوں کی گنجائش والے فارم مکمل کر کے بھیج دیئے گو فی نفسہ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہ تھا مگر مخصوص حالات اور مخصوص مقامات میں بعض عام کام بھی خاص قرار پاتے ہیں غالباً اسی لئے ان تکمیل شدہ فارموں کی وصولی کے وقت ایک معزز مولینا صاحب نے انہیں بہت اہمیت دی خصوصیت سے سراہا اور دعائیں بھی دیں۔

(ب)، مولینا کا کہنا ہے کہ اس دور میں کئی جماعتیں، علماء اور عوام اس قسم کے مطالبہ کے لئے اپنے اپنے طریق پر کوششیں کر رہے تھے۔ اس سلسلہ کی اہم کڑی وہ بائیس نکات تھے جو تمام اسلامی فرقوں کے چیدہ چیدہ اور معتمد علماء پر مشتمل اکتیس ۳۱ علماء کرام رح کی کمیٹی نے اسلامی اصولوں کے مطابق دستوری خاکہ تیار کر کے مولینا سید سلیمان ندوی رح کی صدارت میں مورخہ ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بمطابق مورخہ ۱۲ تا ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ، وہ بائیس نکاتی فارمولہ بالاتفاق طے کیا تھا پھر جس رات ریڈیو پاکستان پر قرارداد مقاصد پاس ہونے کی خبر سُنی تو از حد مسرت ہوئی کہ رُخ جانب منزل ہوا تو ہے،" مگر با ایں ہمہ اسلامی نظام قائم کرنے کے مقدس دعوی کے ساتھ ساتھ، قوم کے ایک اہم عنصر کی رند مزاجی، دو غلاپن، دورنگی، کہنا کچھ کرنا کچھ، منزل ادھر کو سفر اُدھر کو، اوپر گرجا نیچے مسجد، ادھا تیتر آدھا بٹیر کی صورت حال تشویشناک اور باعثِ کوفت تھی چنانچہ جب ۱۹۵۶ء کا آئین پاس ہوا اور پھر یوم جمہوریہ ایک قومی تہوار قرار پایا تو یوم جمہوریہ پر بعنوان " اسلامی جمہوریہ کا مقدس یوم اور رند مزاج قوم " کا ایک کتابچہ مرتب کیا جسمیں دیگر امور کے ۱۱ء وہ خصوصیت سے ایک اسلامی حکومت میں عوام اور حکمران طبقہ کے فرائض کی یاد دہانی، دورنگی کے نقصانات کا بیان اور اسلام سے خراجِ عقیدت کے ساتھ ساتھ خراج اطاعت ادا کرنے کی تلقین کی کوشش کی گئی اس کتابچہ پر کئی اہل کار یہ دریافت کرنے آئے کہ یہ کتاب کیوں لکھی گئی اور کس نے لکھوائی تاہم چونکہ کوئی قابلِ اعتراض مواد نہ تھا۔ وہ ایک اصلاحی کوشش تھی لہٰذا کوئی اُلجھن پیش نہ آئی۔ وللہ الحمد۔

۱۱۔ سہگل سکول میں درس قرآن مجید۔

(ل) مولینا نے بتایا کہ ۱۹۵۹ء میں الحاج ریاض الدین صاحب سابق رئیس المدرسہ ڈینز ہائی سکول نے ترغیب دی کہ سہگل آباد ہائی سکول میں عربی اور اسلامیات کے معلم کی آسامی پر آجاؤ آپ ہی اس سکول کے انچارج تھے اور خصوصی کرمفرماؤں میں سے تھے۔ ان سے پہلی ملاقات تو فاضل عربی کے فارم داخلہ کی تصدیق کرانے کے موقع پر شناختی فوٹو کے معاملہ میں سوال وجواب سے ہوئی تھی۔ دینی مسائل کے تعلق سے بعض حضرات مخلص فی اللہ ثابت ہوتے ہیں اور دینی رابطہ سے جہاں کہیں مراسم ظہور پذیر ہوں تو بڑے ہی پُرخلوص شیریں اور خیرخواہی سے لبریز ہوتے ہیں اصل میں اسلام کی ہر بات میں کشش ہے اگر یہ تعلق للہ ہو اس میں ذاتی منفعت اور مصلحت کو دخل نہ ہو تو انشاء اللہ نتیجہ بہتر ہی سامنے آتا ہے۔ الحاج ریاض الدین صاحب کی طرح یہی صورت حال کرنل عبدالعزیز صاحب سے بھی پیش آئی تھی کہ اتفاقیہ طور پر ایک بزرگ کے ہاں حاضری میں کرنل صاحب بھی تشریف لائے۔ اس مجلس میں دوران گفتگو ایک نازک سے موضوع پر ان سے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر گفتگو ہوئی تو ان کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ دوسرے دن ہی گاڑی لیکر شمس آباد صدر آگئے اور اپنے ہاں دعوت دی۔ اپنی قیامگاہ میں ایک عظیم کتب خانہ دکھایا اور بتایا کہ اس کتب خانہ کو دیکھنے کے لئے سید سلیمان ندوی رح بھی تشریف لائے تھے اور تقاضا فرمایا کہ کل کی گفتگو کے بعد مجھے یہ شوق پیدا ہوا ہے کہ میں

دین کی جملہ کتب کی زبان یعنی عربی زبان سیکھوں تاکہ قرآن وسنت اور اسلامی عربی کتب سے براہ راست استفادہ کر سکوں چنانچہ عربی کی تدریس کا رابطہ پرخلوص تعلقات پر منتج ہوا۔ اسی طرح محترم الحاج چوہدری عبدالحمید صاحب جن سے تفسیر بیضاوی شریف کے درس کے عنوان سے اِس وقت تعارف ہوا تھا جب جامع مسجد عثمانیہ ہری پورہ شہر راولپنڈی میں خطابت کے فرائض انجام دیتے ہوتے تھے۔ صاحب موصوف اس محلہ میں رہائش پذیر تھے اور ایم اے کر رہے تھے۔ بعد میں آپ نے انگلینڈ سے واپسی پر جامعہ امدادیہ پیلز کالونی نمبر ۲ فیصل کا اہتمام سنبھالا یہی حال چیف کمشیر ریلوے جناب محمد عالم صاحب پنجاب ٹرانسپورٹ کے ڈسٹرکٹ منیجر راولپنڈی جناب محمد عبداللہ صاحب ریلوے اکاؤنٹس آفیسر جناب محمد جمیل خان صاحب ایس پی محمد رمضان صاحب اور اے ڈی ایم عبدالستار صاحب و دیگر احباب کا تھا۔ کہ انہوں نے محض دینی اور علمی تعلق اور اخلاص فی اللہ کی بنا پر گوناگون عنایات فرمائیں مجھے اپنے لئے یا اپنے اعزہ کے لئے جب کوئی تقاضائے حال یا کوئی مسئلہ پیش آیا تو ان صاحبان نے ہر ممکن تعاون سے نوازا۔ ضرورتمندوں کی سرپرستی میں اور بے روزگاروں کو روزگار دلانے میں بھی انکا تعاون سرفہرست رہا۔ گو میں خود ان کے کسی دنیوی کام میں کارآمد نہ تھا مگر اس کے باوجود میرے کئی احباب و اعزہ مثلاً جناب برادر محمد صالح مرزا جناب چوہدری محمد صادق صاحب جناب الحاج محمد صابر صاحب، جناب عبدالرحمٰن صاحب ولد حافظ عبدالحمیدؒ صاحب، جناب محمد اکبر صاحب، جناب عبدالقدوس صاحب، جناب قاضی محمد عارف صاحب، جناب فیروز الدین صاحب، جناب حافظ حبیب الرحمٰن صاحب، جناب قاضی محمد عرفان صاحب، جناب مرزا محمد حسین صاحب، جناب عبدالرحیم صاحب، جناب محمد اسلم مرزا صاحب اور دیگر احباب کو، مذکورہ کرمفرماؤں کی بلاواسطہ یا بالواسطہ ہمدردانہ توجہ سے کچھ نہ کچھ مستفیض ہونے کا موقع بہم پہنچا۔ اللہ تعالٰی انہیں جزائے خیر دے، میرے دل میں ان سب کرمفرماؤں کے لیے جذبہ تشکّر موجود ہے" ومن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

(ب) بہرحال جناب الحاج ریاض الدین صاحب کی مؤکد ترغیب سے بے اعتنائی نہ کرسکا اور ڈینیز ہائی سکول سے مستعفی ہوکر سہگل آباد آگیا یہاں تدریسی فرائض کے علاوہ امین مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام اور اسمبلی میں درس قرآن مجید کا التزام کیا اس درس قرآن مجید کا طریق کار یہ تھا کہ کوئی حافظِ قرآن مجید طالب العلم ترتیب و تسلسل کے ساتھ چند آیات تلاوت کرتا اس تلاوت میں سہگل آباد کے حافظ ریاض احمد صاحب، حافظ احسان احمد صاحب، حافظ محمود انور صاحب، حافظ محمد نواز صاحب، حافظ جہانگیر احمد صاحب، حافظ خالد محمود صاحب، حافظ صفات احمد صاحب، چتال کے حافظ محمود حسین صاحب، چکوال کے حافظ عبدالرحیم صاحب، وغیرہ کا حصہ نمایاں رہا۔ تلاوت کے بعد آسان اردو میں مستند ترجمہ سنایا جاتا۔ پھر طلبا کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشریحات کی جاتیں آخر میں ان تشریحات کا مفہوم کا خلاصہ دہرایا جاتا اور وہی خلاصہ درس قرآن مجید کے مخصوص بورڈ پر لکھ دیا جاتا اور آئندہ صبح، آموختہ سے کچھ سوالات کرکے حسب سابق نیا سبق ہوتا۔ اس درسِ قرآن مجید میں تقریباً پانچ سو طلباء اور مدرسین شمولیت کرتے اور پہلے پارہ سے شروع ہو کر تیسویں پارے کے اختتام تک یہ سلسلہ تقریباً چار سال یا زائد تک جاری رہ کر مکمل ہوا اور ایک شاندار تاریخی جلسہ بسلسلہ تقریب درسِ قرآن مجید اور تقاریر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد ہوکر درسِ قرآن مجید مکمل ہوا نیز یہاں تقاریر سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں جناب حسنات احمد نوابیؒ جناب سید امتیاز حسین شاہ صاحب جناب محمد امین صاحب جناب خالد محمود صدیقی صاحب، جناب فضل محمود صدیقی صاحب، جناب خالد لطیف مرزا صاحب، فیاض علی شاہ صاحب، جاوید اقبال کیانی صاحب، سید مظہر علی شاہ صاحب، جناب ممتاز حسین صاحب، جناب محمد عالمگیر نوابی صاحب، جناب سعید صادق مرزا صاحب، جناب ساجد نواز طور صاحب اور امیر آفتاب صاحب وغیرہ کی کارکردگی نمایاں تھی۔

۱۲۔ اسلام آباد سے دعوتِ دین کی پہلی جماعت کی تشکیل و ترسیل کا اعزاز

(ا) مولینا نے ایک دفعہ اظہار فرمایا کہ راولپنڈی میں تو مولینا عبدالباری خان صاحبؒ، غلام ربانی صاحب، زبیری صاحبؒ، ریلوے کیشیر محمد عالم صاحب جیسے مخلصین کی سرپرستی میں گاہے گاہے کچھ وقت دینی دعوت دینے والوں کے ساتھ گذارنے کا موقع مل جاتا تھا۔ اسی دوران اپنے آبائی گاؤں میانہ موہڑہ بھی ایک اہم جماعت لے گیا تقریباً اٹھارہ ۱۸ اصحاب پر مشتمل جماعت میں زیادہ تر جی ایچ کیو کے سیکشن آفیسر، سپرنٹنڈنٹ صاحبان اور کچھ محکمہ ٹیلی فون اور ریلوے کے افسران اور کئی دیگر حضرات تھے اس جماعت کی دینی دعوت، اس گاؤں میں اجتماعی دینی دعوت کی یادگار محنت تھی یہ اسی جماعت کے اثرات تھے کہ بعد میں گاؤں کے ایک ممتاز زمیندار، جواب وفات پاچکے ہیں آپ نے پرزور تقاضا کیا تھا کہ جو جماعت یہاں آئی تھی ان میں سے کوئی ایک صاحب اس گاؤں کے لئے بطور امام مسجد منگوا دیں ہم بھرپور تعاون کریں گے۔ مگر ایسے امام نہ مل سکے تاہم اپنے گاؤں میں انفرادی طور پر دینی محنت سرانجام دینے میں کچھ نہ کچھ سرخروئی کا موقع اس ناکارہ کو ۱۹۸۰ء کے رمضان شریف میں بہم پہنچا جن کے اہتمام میں جناب نمبردار حبیب الرحمن صاحب، قاضی محمد عارف صاحب، مرزا منظور الٰہی صاحب اور نور عالم صاحب کا تقاضا اور مرزا فیروزالدین صاحب، اور چوہدری محمد صادق صاحب اور دیگر احباب کی خواہش شامل تھی۔

(ب) راولپنڈی سے سہگل آباد منتقل ہونے کے بعد بھی فتاوی کے ترجمہ کا کام شروع کرنے سے پہلے بچے ہوئے وقت کا کچھ حصہ دینی دعوت کی محنت پر صرف کرنے کی سعادت مل جاتی تھی۔ کوتاہی اور سستی کے باوجود کبھی دور کی کسی جماعت میں جن میں سے پیدل حج والی جماعت کے ساتھ چند دن گذارنا نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اور کبھی مقامی جماعتوں کی چلت پھرت حسب محنت ہوتی رہتی تھی اسی دوران سہگل آباد کے چند مخلصین نے کچھ وقت دیا تو اس جماعت کو لیکر راولپنڈی ڈھیری حسن آباد کے مرکز حاضری دی اس جماعت میں حاجی نور محمد صاحبؒ، حاجی محمد انور صاحبؒ، حاجی محمد بشیر گوندل صاحبؒ، صوفی الہ داد صاحب، حکیم محمد حسین صاحب، حاجی نادر خان صاحب، حکیم محمد صادق صاحب، اور ملک تصدق حسین اصغر صاحب وغیرہ شامل تھے۔ مرکز والوں نے ہمیں اسلام آباد کی مسجد آب پارہ میں بھیج دیا اسلام آباد اسی زمانہ میں نیا نیا آباد ہوا تھا۔ اور آب پارہ کی پرانی مسجد تھی وہاں دو تین دن ٹوٹی پھوٹی محنت کی گئی، سندھی، بنگالی، پٹھان، پنجابی اور بلوچی سبھی سے بات ہوئی مگر کوئی خاص نتیجہ سامنے نہ آیا جس سے ہمیں سلیقہ کار کے فقدان اور اپنی نااہلی کا مزید اعتراف ہوا۔

تیسرے دن جب ہم واپسی کی تیاری میں تھے کہ معمول سے تقاضا پر وہاں کے امام مسجد سمیت تقریباً سولہ ۱۶ آدمیوں نے نقد وقت پیش کر دیا جنمیں تین دن والے اور زائد اوقات والے بھی تھے۔ ہم اس اچانک نصرت پر دنگ رہ گئے اور انہیں بتایا کہ ہمارا اپنا وقت تو ختم ہے اب آپ ہی کے مشورہ سے آپ صاحبان کے لئے تشکیل ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس جماعت کے لئے واہ کینٹ جانا طے پایا۔ بعد میں ان حضرات نے اظہار کیا کہ جب سے اسلام آباد، آباد ہوا ہے۔ کراچی سے آئے ہوئے احباب متفرق تھے اور دینی دعوت کے لئے کوئی جوڑ نہ ہو سکا تھا۔ اور نہ کوئی جماعت نکل سکی تھی۔ واہ کینٹ کے لئے جو جماعت آج تشکیل پائی ہے یہ پہلی جماعت ہے جو اسلام آباد سے تشکیل پا کر جا رہی ہے اور وہ سہگل آباد کے کھاتہ میں رہی ہے۔ اس انکشاف سے ہماری ساری کلفت جاتی رہی اور ساتھیوں سے ذکر کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی دین دیکھو کہ دنیائے اسلام کی ممتاز اسلامی مملکت کے دارالحکومت اسلام آباد سے دینی دعوت کے لئے پہلی جماعت کی تشکیل اور روانگی کی تحریک کا شرف، ایک دور افتادہ دیہات سہگل آباد کی جماعت کے حصہ میں آیا ہے انشاء اللہ اسلام آباد سے آئندہ تشکیل پانے والی جماعتوں کی خیر میں بھی ہمارا حصہ رہے گا۔ وللہ الحمد

۱۴۔حضرت مولٰینا الشیخ عبدالعزیز مدظلہ سے عقیدت

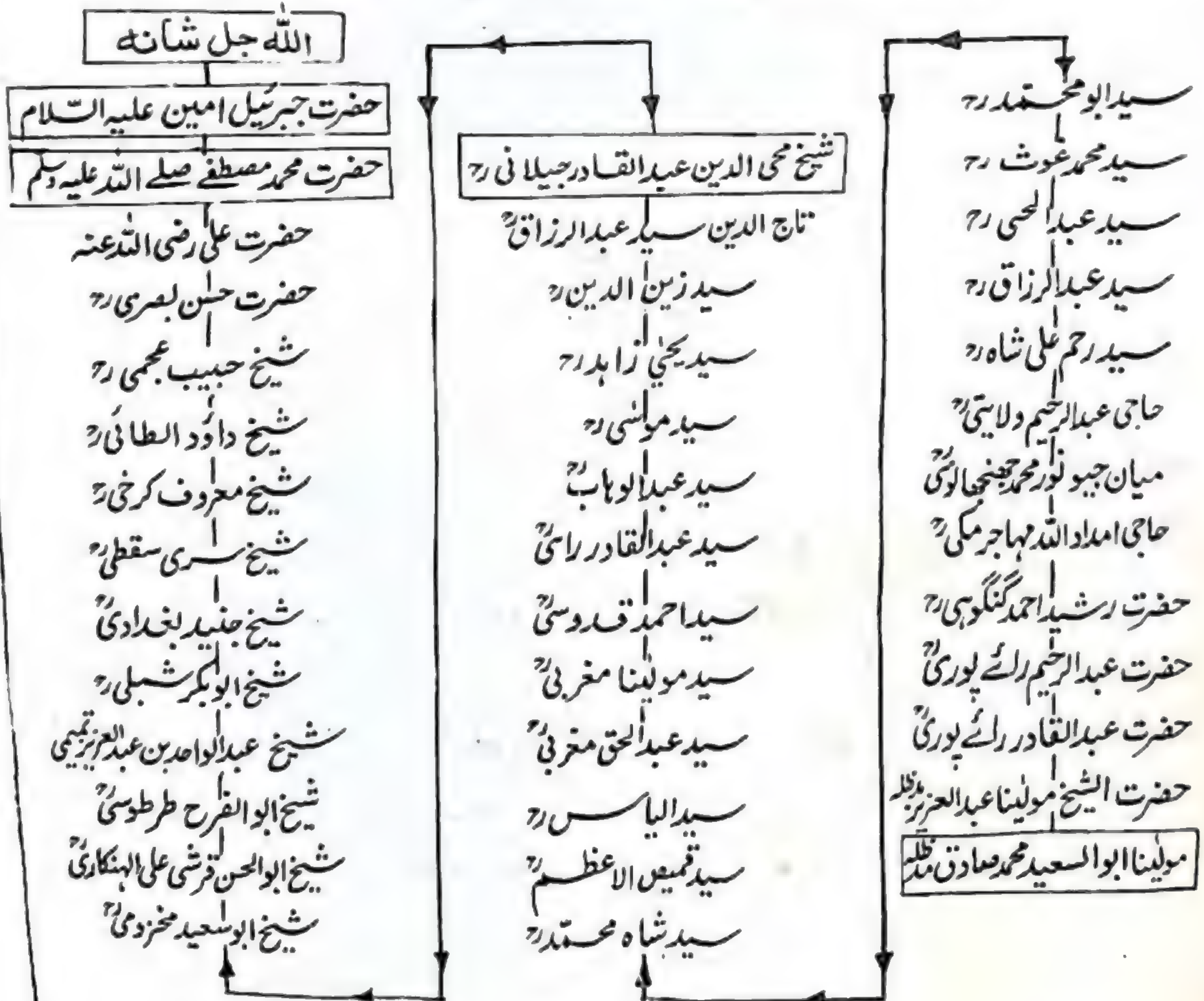
(۱) مولٰینا نے بتایا کہ گاہے گاہے خیال آتا تھا کہ کئی بزرگ اور شیوخ موجود ہیں جنکے سلسلے عالیہ ہیں ان میں سے بعض ظاہر میں بھی مشہور ہیں اور بعض چھپے بیٹھے ہیں۔ گو ہمارے لئے سبھی غنیمت ہیں مگر ان میں سے جن کے ساتھ طبیعت کی مناسبت زیادہ ہو، انہیں سے تزکیہ کے لئے استفادہ زیادہ ہوگا چنانچہ شیخ کے انتخاب کیلئے استخارہ کیا تو عالم رؤیا میں اللہ تعالٰی نے ایک درویش صورت شخصیت دکھائی تقریباً سفید ریش، نیلگوں واسکٹ پہنے، ہاتھ میں عصا لئے ہوئے تھے۔ جاگ آنے کے بعد بھی ان کا حلیہ ذہن میں محفوظ رہا خیال کیا کہ تصوّرات میں خیالی صورت دیکھی ہے اس لئے کہ ہم جیسے عامیوں کے خواب ضروری نہیں کہ صحیح ہوں اور اگر صحیح ہوں تو ان کی تعبیر وہی ہو۔ جو کچھ دیکھا ہو۔ یہ بھی ذہن میں آیا کہ ممکن ہے اس حلیہ کے کوئی بزرگ ہوں چنانچہ اس امکان کے پیش نظر بعض شخصیتوں کو دیکھنے کے لئے کئی جگہ حاضری بھی دی مگر کوئی اتا پتہ نہ چلا حتی کہ اڑھائی تین سال گذر گئے

اسی دوران جناب کپتان عبداللطیف صاحب ایم اے کی بیمار پرسی کے لئے مع برادر بزرگ ہڈالی ضلع سرگودھا گیا، ملاقات کی تو دوران گفتگو آپ نے یہ تذکرہ فرمایا کہ کچھ عرصہ قبل جب حضرت مولٰینا محمد الیاس رحؒ کے صاحبزادے حضرت مولٰینا محمد یوسف رحؒ کی وفات ہوئی تو سرگودھا سے ایک عالمِ دین کی آمد پر نماز جنازہ دوبارہ پڑھی گئی۔ اسپر میں نے آپ سے دریافت کیا کہ سرگودھا کے وہ مولٰینا صاحب کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام مولٰینا عبدالعزیز صاحب مدظلہ ہے مولٰینا کہتے ہیں کہ مجھے مولٰینا عبدالعزیز صاحب سے ملاقات کا ایسا شوق ہوا کہ انکا اتا پتہ معلوم کیا، شام کا کھانا پکا ہوا چھوڑا، اجازت لی اور سرگودھا جا پہنچے۔ مسجد میں عشار کی جماعت کھڑی تھی جس صف میں ہمیں جگہ ملی اس سے اگلی صف میں ایک صاحب بڑے خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہے تھے۔ گو ہماری طرف ان کی پیٹھ تھی مگر اُن کی نماز دیکھ کر خیال آیا کہ ایسے ہی لوگوں کی نماز دیکھ کر غیر مسلم بھی یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ "یہ شخص اپنے خدا سے بہت ڈر کر عبادت کر رہا ہے"۔ نماز پڑھ چکے تو امام صاحب سے مولٰینا عبدالعزیز صاحب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے والد صاحب ہیں فرض نماز تو انہوں نے ابھی اسی مسجد میں جماعت سے ادا کی ہے اور اب گھر چلے گئے ہیں۔ عرض کیا کہ ہم مسافر ہیں زیادہ ٹھہرنا بھی نہیں ہے۔ اور مولٰینا سے ملاقات کا بھی ارادہ ہے تو وہ ہمارے ساتھ ہولئے۔

جب ہم آپ کے دولتکدہ پر پہنچے تو مولٰینا عبدالعزیز صاحب مدظلہ ایک کمرہ کے کونہ میں فرش پر قبلہ رو تشریف فرما تھے۔ جونہی آپ کی زیارت ہوئی تو اڑھائی تین سال پہلے عالم رؤیا میں دیکھی ہوئی شخصیت سامنے آگئی اور دیکھا کہ وہی نیلگوں واسکٹ کھونٹی پر لٹکی ہے اور وہ عصا ایک کونے میں کھڑا ہے۔ دلی مسرّت ہوئی کہ جو دکھائے گئے تھے وہ اتفاقیہ ہی مل گئے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے سے اگلی صف میں جنہیں نماز پڑھتے دیکھ کر مذکورہ خیال آیا تھا وہ نمازی بھی آپ ہی تھے۔ بہرحال وقت کم تھا ملاقات کے بعد مزید کچھ عرض کئے بغیر اجازت لی اور واپسی کے لئے اسٹیشن کی راہ لی۔ راستہ میں جب برادر بزرگ سے اڑھائی تین سال پہلے کے استخارہ اور اس میں ان صاحب کے نظر آنے کا ذکر کیا تو آپ کہنے لگے "تو پھر تجھے بیعت ہوجانا چاہیئے تھا"، عرض کیا کہ پہلے ان کے متعلق یہ معلومات حاصل کرلوں کہ ان کے اساتذہ اور مشائخ کون کون صاحبان ہیں۔ چنانچہ بعد میں پتہ چلا کہ صاحب موصوف حضرت مولٰینا عبدالرحیم رائے پوری رحؒ کے نواسے اور حضرت مولٰینا عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں اپنے حلقہ ارادت میں فوری طور پر داخل کرلینا عام معمول نہیں ہے۔ ایک دو مراسلے ارسال خدمت کئے جن میں دینی محنت کے موجودہ مروجہ طریقوں میں ترجیحات اور بعض عام مسائل کے

متعلق استفسارات تھے۔ آپ نے دینی دعوت کے اس جماعتی طریق کار کے متعلق نسبتاً زیادہ پسندیدگی کا اظہار کیا جو حضرت مولینا محمد الیاس دہلویؒ کے ہاں زیادہ پسندیدہ تھا۔ ایک مراسلہ میں آپ نے یہ بھی لکھا کہ " اگر طبیعت کہیں مطمئن ہو جائے تو زیادہ دوڑ دھوپ کی کیا ضرورت " اسی دوران راولپنڈی میں مولینا محمد یوسف لدھیانویؒ خطیب اسلامیہ ہائی سکول نے ذکر کیا کہ حضرت مولینا عبدالعزیز صاحب میرے بھی شیخ ہیں وہ جب بھی راولپنڈی تشریف لائے آپ کو اطلاع دوں گا تاکہ آپ مزید ملاقات کر لیں چنانچہ جب اطلاع ملی تو مولینا محمد یوسفؒ کے ہاں محلہ ہری پورہ راولپنڈی شہر رات کو عشاء کے قریب حاضری دی۔ حکیم قاضی محمد عارف صاحب، الحاج محمد ابراہیم قریشی صاحب محمد اسحٰق صاحب، وغیرہ بھی ساتھ ہو لئے ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات ان سب حضرات کی بیعت پر منتج ہوئی اس کے بعد اگرچہ کماحقہ رابطہ میں کوتاہی کا قصور ضرور رہے مگر اسکے باوجود آپ کی دعاؤں سے ہم جیسے ناکاروں نے کچھ نہ کچھ پایا ہی ہے اور جب فتاوی کے ترجمہ کی محنت شروع ہوئی تو آپ نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے لکھا کہ " اللہ تعالٰے اس خدمتِ جلیلہ کو جو اللہ تعالٰے نے آپ سے لی ہے اپنی رضا و محبت و ترقی و قرب کا ذریعہ بنا دیں اور مخلوقات کے لئے نفع دینی کا موجب بن کر ذخیرہ آخرت کریں آمین ثم آمین۔ وللہ الحمد

(ب) شجرہ مبارکہ سلسلہ قادریہ حضرت الشیخ مولینا عبدالعزیز مدظلہ



۱۴- سہگل آباد میں ضمنی طور پر دینی محنت میں حصہ

(ا) مولینا نے بتایا کہ سہگل آباد میں ضمنی طور پر اور جز وقتی طور پر دینی محنت میں کچھ نہ کچھ لینے کی توفیق ملتی رہی جماعتی طور پر دینی دعوت کی محنت کا کچھ تذکرہ سوانحی خاکہ کے عنوان ۱۲ب میں آچکا ہے۔ انفرادی طور پر سہگل برادران کے والد مرحوم محمد امین سہگل مرحوم کی یادگار میں تعمیر شدہ "الامین مسجد" میں امامت، خطابت اور درس و تدریس کا سلسلہ تقریباً بارہ سال سے زائد عرصہ تک بحمداللہ اہتمام کے ساتھ جاری رہا جب کبھی الحاج محمد بشیر صاحب سہگل بروز جمعۃ المبارک سہگل آباد تشریف لائے تو مسجد کی آبادی پر خوشی کا اظہار کیا۔ ایکدفعہ نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ "یہاں دین کی بنیادی باتیں جن کی ضرورت بچوں اور بڑوں سبھی کو ہے۔ عام فہم انداز میں سُنکر مسرت ہوئی"۔ گو فتاوی کے ترجمہ کا کام شروع کرنے سے دیگر ضمنی مصروفیات کم ہو گئیں۔ مگر فتاوی کی ایک جز دیکھ کر صاحب موصوف نے اپنے تبصرہ میں از حد مسرت کا اظہار کیا۔ حاجی محمد گل صاحب سہگل ایکدفعہ سہگل آباد تشریف لائے۔ تعطیلات تھیں تاہم ملاقات چاہی۔ سہگل ہال کے دفتر میں ملاقات کے دوران فرمایا کہ میں نے کوئٹہ میں سُنا کہ سہگل آباد میں فتاوی عالمگیری کے ترجمہ کی محنت شروع ہے۔ اس بارہ میں معلومات چاہتا ہوں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری اور اس کے حامل المتن ترجمہ کا مختصر تعارف کرایا گیا تو آپ نے دعائیہ انداز میں اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ یہ کام سہگل آباد میں ہو رہا ہے۔ صاحب موصوف نے اس قبل ایک دورہ میں "الامین مسجد" کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں کی جملہ تعمیرات میں ہمارے لئے موجب خیر الامین مسجد کی عمارت ہی ہے۔

(ب) مولینا نے بتایا کہ مسجد راجگاں و گوندلاں سہگل آباد جو اس قصبہ کی قدیم ترین مسجد ہے وہاں ایک دفعہ دینی دعوت کی ایک جماعت ٹھہری تو جاتے ہوئے یہ تقاضا کیا کہ اس مسجد میں ضرور دینی محنت کی کوشش کریں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس مسجد کے متعلقین میں سے بعض احباب نے فرمائش کی کہ کم از کم رمضان شریف کے لئے اس مسجد میں دینی درس و تدریس ہو جائے۔ فدوی سے جو بن پڑا قال اللہ تعالےٰ و قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محنت کا اہتمام کیا گیا۔ بحمدللہ احباب کے دینی جذبہ اور تعاون کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے پہلے تو مکتب کو فروغ ملا اور جب مولینا حافظ محمد نواز صاحب ظلہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث مکمل کر کے اپنے اس آبائی گاؤں واپس آئے تو مدرسہ تبلیغ الاسلام کے نام سے ایک ایسا باقاعدہ دینی مدرسہ وجود میں آیا کہ ایسے مدرسہ کی سرپرستی بھی موجب سعادت ہے یہ مدرسہ سینکڑوں ناظرہ خوان، درجنوں حافظات و حفاظ کرام کے علاوہ درس و تدریس اور دینی دعوت کا اہم مرکز ہے۔ حضرت مولینا حافظ محمد نواز صاحب کی قیادت اور عوام کے تعاون سے مدرسہ کے کئی کمرے تیار ہو چکے ہیں۔ اور مسجد کی تعمیر جدید بھی زیر منصوبہ ہے اللہ تعالےٰ سب معاونین اور منتظمین کو جزائے خیر سے نوازے۔

(ج) مولینا نے ذکر کیا کہ ۱۹۸۱ء میں جامع مسجد عثمانیہ سہگل آباد کے منتظمین و معاونین میں سے جناب ملک غلام محمد صاحب، الٰہی بخش صاحب، ملک اخلاق احمد صاحب، جمعدار الٰہی بخش صاحب، شیر باز صاحب، مظہر حسین صاحب اور حاجی فضل حسین صاحب وغیرہ کے تقاضا اور جناب نمبردار محمد یوسف صاحب، حکیم محمد بخش صاحب، صوبیدار محمد یوسف صاحب، مستری محمد بخش صاحب، چوہدری الٰہی بخش صاحب اور محمد عابد صاحب وغیرہ کی خواہش کے بموجب بنا بر ضرورت تقاضا ہوا کہ خواہ محدود عرصہ کے لئے ہی سہی مسجد ہذا میں آپ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس مسجد میں حسب ضرورت امامت و خطابت اور درس حدیث شریف کا اہتمام رہا احباب نے بھی تعاون کیا۔ اللہ تعالےٰ سبھی احباب، منتظمین اور معاونین کو جزائے خیر دے۔

(د) مولینا نے بتایا ۱۹۸۳ء میں جامع مسجد محمدیہ راشدیہ اور جامع مسجد عثمانیہ دونوں کے منتظمین اور معاونین کا اہم وفد

جناب برکات احمد صاحب نوابی، چوہدری الہ دتہ صاحب، قیصر نواز نوابی صاحب، حافظ جہانگیر احمد نوابی صاحب، ملک طارق حسین صاحب، حاجی فضل حسین صاحب اور الٰہی بخش صاحب وغیرہ کی قیادت میں غریب خانہ پر آیا اس وفد کی تعداد کی کثرت سے نشستگاہ کو تنگ دامانی کا احساس شدت سے ہوا، تقاضا یہ تھا کہ نو تعمیر شدہ مرکزی جامع مسجد محمدیہ راشدیہ جہاں پہلے بھی جمعہ یکجا ہوا کرتا تھا اور گاہے گاہے آپ کی آمد بھی ہوتی تھی۔ اس مسجد میں اگر جمعہ آپ پڑھایا کریں ۔ تو ہم جمعہ یکجا پڑھیں گے۔ ان کی یہ دعوت پُرخلوص تھی۔ مگر فرصت کی قلت اور فتاوی کی محنت کی مصروفیت کے لئے مطلوبہ یکسوئی کے حصول کی خاطر، معذرت کے ساتھ یہ مشورہ دیا کہ آپ صاحبان ہمہ وقتی فرصت کے حامل کسی موزوں خطیب کی خدمات حاصل کرلیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ مزید گفت وشنید بھی ہوئی مگر اصرار یہی تھا کہ فی الحال یہی طے ہے اور اس سے کئی جمعوں کے جوڑ کی امید ہے چنانچہ کوئی بہتر متبادل انتظام تک مرکزی جامعہ مسجد محمدیہ راشدیہ میں جمعہ کی حاضری شروع کردی اور ان مساجد کا جمعہ یکجا ہوگیا جس پر بالعموم خراج تحسین پیش کیا گیا۔ خصوصاً جناب ملک محمد نواز نوابی صاحب، چوہدری محمد حسین صاحب، محمد شفیق گوندل صاحب، ملک محمد یوسف صاحب، حاجی نادر خان صاحب، ملک محمد منیر نوابی صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب، ملک غلام احمد نوابی صاحب اور دیگر کئی صاحبان نے اظہار مسرت کیا اور یہ جمعہ ان مساجد کے متعلقہ احباب کے جوڑ اور تعاون کا مظہر ہے۔ مسجد ہذا جناب محمد اشرف نوابی صاحب کی خصوصی کوشش سے ۱۹۸۲ء میں جناب السلطان الشیخ زاید بن السلطان النہیان (ابوظہبی) نے تقریباً دس لاکھ درہم سے زائد کے مصارف سے ایک عمدہ، پختہ اور مثالی طرز تعمیر سے تجدید کرائی ہے اور دیگر ضروریات مسجد میں بھی ان کی سرپرستی اور متعلقین کا حسین تعاون مثالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جملہ کوشش کنندگان، معاونین اور منتظمین کو جزائے خیر سے نوازے اور سبھی کو ہر قسم کی شر سے محفوظ فرمائے آمین

۱۵۔ پاکستان کے مسلمانوں کی باہمی یگانگت اور اسلامی نظام کے قیام و فروغ کے لئے قرآن و سنت کی تعبیرات میں ممکنہ اتحاد کی کوشش میں حصہ،

(د) مولانا نے اپنے ان تاثرات کا اظہار کئی بار کیا کہ ہمارے ملک میں مذہبی حلقوں میں اسلام اور سیاسی حلقوں میں عوام سے گہری ہمدردی کا اظہار کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اہم مخلصانہ کوششیں بھی ہیں مگر مختلف مکاتیب فکر میں باہمی اختلافات بعض اوقات اور بعض مقامات پر ایسی سنگین صورت حال اختیار کرلیتے ہیں کہ اسے کسی طرح بھی اسلامی حکومت کے ذمہ دار شہریوں کا وطیرہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور اگر ان اختلافات کا ذرا گہرہ جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت رونما ہوگی قرآن و سنت سے سبھی مسلمانوں کو دلی لگاؤ ہے۔ ان سے عقیدت رکھنے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ترجیحات اور تعبیرات میں اختلافات سے جھگڑے رونما ہیں۔ مگر مقام حیرت یہ ہے کہ اس ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت جو اہل السنت والجماعت حنفی کہلانے کی علمبردار ہے جو قرآن و سنت کی تعبیرات میں اور شریعت کے جملہ تفصیلی احکامات میں حنفی تحقیقات کی پیروی کرنے کے دعویدار ہے۔ اور حنفی تحقیقات، حنفی فقہ کے مدوّن مجموعوں میں محفوظ اور موجود بھی ہیں مگر اس کے باوجود ایک ہی فقہ کی پیروی کا دم بھرنے والے احناف بھی باہم نبرد آزما ہیں۔ اپنے اپنے مسلک در مسلک ہیں اور حنفی کہلانے کے باوجود مختلف و متضاد روشوں پر گامزن ہیں۔

پھر اس صورتِ حال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ مسلک کے اختلاف کے نام پر باہمی مخالفت، منافرت اور اذیت آمیز منازعت، بعض اوقات شہروں، قصبوں محلوں اور کنبوں تک، بلکہ مسجدوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لیتی ہے اور اس پر مزید سنگین المیہ یہ ہے کہ کنبوں اور برادریوں کی باہمی صلہ رحمی جو آجکل پہلے ہی مجروح ہے مزید مجروح سے مجروح تر ہوتی جارہی ہے۔ اور اپنے اپنے مسلک کے نام پر کنبہ، کنبہ سے، رشتہ دار، رشتہ دار سے، اور بھائی، بھائی سے، قطع رحمی کا

ارتکاب کر رہا ہے اور اسے کارِ ثواب بھی سمجھ رہا ہے۔ والی اللہ المشتکی۔

(ب) مولینا نے بتایا کہ صورتِ حال کی اس سنگینی سے متاثر ہو کر میں نے ایک دفعہ اس مفہوم پر مشتمل ایک استفتار مرتب کیا کہ احناف کے مختلف مسلکوں کے پیرو کار جو باہم رشتہ دار ہوں، اپنے اپنے مسلک پر قائم ہوں تو وہ مسلک کے اختلاف کی بنا پر باہم قطع رحمی کر سکتے ہیں یا نہ؟ اور وہ استفتار احناف کے مختلف مسلکوں کے کئی دارالافتاء کو بھیجا گیا۔ جو جوابات موصول ہوئے ان میں سے دو تین کے مفہوم کا خلاصہ، نموونۃً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دارالافتاء گولڑہ شریف۔

کسی مسلمان کے بُرے عمل کو تو بُرا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کی ذات سے دشمنی جائز نہیں اور صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنا اور قطع رحمی نہ کرنا) تو کافر (رشتہ دار) سے بھی جائز ہے۔

دارالافتاء نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

مذکور صورت میں اختلافِ مسلک کے باوجود رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے۔ حسن اخلاق تو اسلام کی سچائی کی علامت ہے اور جب ایک کافر کے ساتھ حسن خلق کی تعلیم دی گئی ہے تو رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے حقوق تو اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ چہ جائیکہ ان سے قطع رحمی ہو البتہ ایسی محافل سے بچے جہاں بدعات کا ارتکاب ہوتا ہو۔

دارالافتاء مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان

اپنے عقائد اور مسلک کو محفوظ رکھتے ہوئے مذکورہ دوسرے مسلک کے رشتہ داروں سے حسن سلوک جائز ہے بلکہ کسی حد تک ضروری بھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسمار بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ان کی کافرہ مشرکہ والدہ سے بھی حسنِ سلوک کا حکم دیا تھا۔

(مفہوم فی الجملہ ملخصاً ماخوذ از جوابات استفتار مذکورہ)

مذکورہ جوابات میں، قطع نظر دیگر امور کے، کم از کم یہ امر واضح ہے کہ اسلام میں قطع رحمی سے متعلق احکام انتہائی سخت ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی بعض روایات میں ہے قطع رحمی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن اپنا لطف و کرم) قطع فرما لیں گے اور ترمذی اور ابوداؤد شریف کی روایات میں ہے کہ قطع رحمی کا وبال آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی آپڑتا ہے۔ اور الترغیب وغیرہ کی روایات میں تو یہاں تک ہے لیلۃ القدر کی برکات جیسی رحمتِ عامہ سے بھی قاطع رحم کو کوئی حصہ نہیں ملتا اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم پر وہ رحمت نہیں اُترتی جس میں قاطع رحم ہو۔ مفہوم ماخوذ از مشکوۃ شریف مترجم ج ۳ صفحہ ۳۸۸ تا صفحہ ۳۹۱

اسی لئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب "البحر الرائق" میں ہے کہ جس شخص کے رشتہ دار ضرورتمند ہوں تو اس شخص کا صدقہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنا صدقہ رشتہ داروں سے شروع نہ کرے پس ان کی ضرورت پوری ہونے کے بعد اگر چاہے تو غیر رشتہ داروں کو دے۔ البحر الرائق کی طرح یہ حکم بحوالہ فتاوی ظہیریہ در مختار علی رد المحتار اور نور الایضاح میں بھی ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری مترجم حامل المتن کے حکم نمبر $\frac{۵۱}{۲۵۹}$ کے حاشیہ میں ہے اور رد المحتار میں بحوالہ مجمع الفوائد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث درج ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم

القیامۃ اھ رحمتی ۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ تعالٰے ایسے آدمی کا صدقہ قبول نہیں فرماتے جس کے رشتہ دار اس کی صلہ رحمی کے ضرورتمند ہوں اور وہ اپنا صدقہ ان کے علاوہ میں صرف کرے ۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ ایسے آدمی کی طرف اللہ تعالٰے قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے ۔ اور پھر لکھا ہے کہ (بطور غایۃ التأدیل) قبول ہونے سے مراد یہ ہے کہ گو فرض ساقط ہوجائے گا مگر ثواب نہیں ملے گا ۔ اور لکھا ہے کہ رشتہ داروں کی ترتیب میں افضل اس کے بھائی، بہنیں پھر ان کی اولاد پھر اس کے چچے اور پھوپھیاں پھر اس کے ماموں اور خالائیں پھر دوسرے رشتہ دار پھر اس کے پڑوسی پھر اہلِ محلہ اور پھر اہل شہر ہیں ۔ مفہوم ماخوذ از رد المحتار ج ۲ ص۷۵ مطبوعہ کوئٹہ ۔

اور اسی لئے فقہ حنفی میں حاجی صاحبان کے لئے آداب الحج میں ہے کہ سفر حج میں کوئی نیک ساتھی رفیق سفر بنالے مگر ایسا ساتھی رشتہ دار کی بجائے کوئی اجنبی شخص ہو تو اولیٰ ہے جیساکہ فتاویٰ عالمگیری مترجم حامل المتن کے حکم نمبر ۵/۲۹۶ میں بحوالہ الفتح القدیر یہی حکم لکھا ہے اس لئے کہ سفر، سفر ہے اس میں بسا اوقات کشیدگی اور کشیدگی سے قطع تعلق کی نوبت آسکتی ہے ۔ اجنبی شخص سے قطع تعلق کر لینے میں قطع رحمی لازم نہیں آئے گی مگر رشتہ دار سے قطع تعلق میں قطع رحمی لازم آئے گی ۔ چنانچہ قطع رحمی کے احتمال کی وجہ سے مذکورہ حکم دیا گیا ۔

پس ان جملہ احکامات سے واضح ہے کہ مسلمانوں کے لئے مسلک کے اختلاف کے باوجود قطع رحمی کی سخت ممانعت ہے گو رشتہ دار خواہ کوئی ہو اس کے رشتہ داری کے حق کے باوجود، شریعت میں سب سے زیادہ خدا تعالٰے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے محبت کی تاکید ہے جیساکہ سورۃ توبہ کی آیت ۲۳، ۲۴، سورۃ حشر کی آیت ۲۲، سورہ الممتحنہ کی آیت ۳ وغیرہ میں ہے اور جیساکہ بحوالہ بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی حدیث میں ہے کہ جب تک سب رشتہ داروں سے بڑھکر، اس کی محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم سے نہ ہو وہ مومن نہیں قرار پاتا اور بحوالہ شرح السنۃ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی حدیث میں ہے کہ جب تک اس کی چاہت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی میں نہ ہو وہ مومن نہیں قرار پاتا اور بموجب قول قاضی عیاض کم از کم اختیاری امور میں تو اس کی سخت تاکید ہے اور لکھا ہے کہ اس کا نشان یہ ہے کہ وہ شریعت اور سنت کی حفاظت کرتا ہو ۔ اور تفسیر البحر المحیط لاثیر الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی م ۶۵۴ھ میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے خدا تعالٰے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی پیروی سے زیادہ کوئی شئی عزیز نہ ہو اور محبت ایمانی غالب رہے ۔ جیساکہ فتاویٰ عالمگیری مترجم حامل المتن کے حکم نمبر ۱۲/۴۹۵ کے حاشیہ میں ہے ۔

مگر خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ میں رشتہ داروں سے دوستی، محبت اور مودت ترک کرنے کے حکم کے باوجود، غیر محارب کافر رشتہ دار سے بھی قطع رحمی کے حکم کی بجائے ان سے صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے جیساکہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی مشرکہ والدہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا حکم ذکر ہوا جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جیساکہ بحوالہ شرح السنۃ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں بعض لوگوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دوستوں سے نہ ہونے کا اظہار فرمایا اور اس کے باوجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں ان سے رشتہ داری کا حق ادا کرتا اور صلہ رحمی کرتا ہوں ۔ مفہوم ماخوذ از مشکوٰۃ شریف مترجم ج ۳ ص۳۸۷ ۔ پس غیر محارب کافر سے بھی سے قطع رحمی کی گنجائش

نہیں ہے اور کا فر رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی جائز ہے ۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ "ولا بأس بان یصل الرجل المسلم و المشرک قریبا کان او بعیداً محارباً کان او ذمیاً و اراد بالمحارب المستأمن واما اذا کان غیر المستأمن فلا ینبغی للمسلم ان یصلہ بشئ کذا فی المحیط وذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدیؒ اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلا بأس بان یصلہ کذا فی التتارخانیۃ ھذا ھوالکلام فی صلۃ المسلم المشرک الخ کذا فی المحیط" یعنی فتاوی عالمگیری میں بحوالہ المحیط لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی (مسلمان) شخص کسی مسلمان یا مشرک (یعنی غیر مسلم) کے ساتھ صلہ رحمی (یعنی حسن سلوک) کرے خواہ وہ قریب کا (رشتہ دار) ہو یا دور کا ہو محارب ہو یا ذمی ہو (یعنی وہ رشتہ غیر معاہد سلطنت کفار کا شہری ہو یا وہ اسلامی حکومت کا غیر مسلم شہری ہو) اور محارب سے مراد یہاں وہ محارب ہے جو مستأمن ہو (یعنی امن حاصل کر کے آیا ہو) اور اگر وہ رشتہ دار محارب غیر مستأمن ہو تو پھر کسی مسلمان کو نہیں چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ کسی شئی سے صلہ رحمی کرے اور بحوالہ التتارخانیہ لکھا ہے القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب وہ (رشتہ دار) دار الحرب کا ہو (یعنی سلطنت کفار کا شہری ہو) اور (اس سلطنت کے ساتھ) زمانہ صلح و مصالحت کا ہو تو اس رشتہ دار سے بھی صلہ رحمی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ اور بحوالہ المحیط لکھا ہے کہ یہ مذکورہ کلام اس صورت میں ہے کہ کوئی مسلمان شخص، کسی مشرک سے صلہ رحمی کرے الخ ۔ مفہوم ماخوذ از فتاوی عالمگیری عربی ج ۵ ص ۳۴۷ اور جیسا کہ فتاوی عالمگیری عربی مترجم حامل المتن کے حکم نمبر ۲۱/۱۰۹۵ میں ہے ۔ پس ان جملہ شرعی احکامات کی روشنی میں، کسی مسلمان کے رشتہ دار مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان سے صلہ رحمی کرنے اور قطع رحمی سے بچنے کے متعلق ہدایات بالکل واضح ہیں اور ہمیں بحیثیت مسلمان ان احکامات کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لینا اور اپنے کردار کا محاسبہ کرنا ہے ۔

(ج) مولینا کہا کرتے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کے دیگر اختلافات عموماً اور ملک کی اکثریت کے باہمی نظریاتی اور مسلک کے اختلافات سے پیدا شدہ صورت حال خصوصاً اس لئے بھی تشویشناک اور انتہائی افسوسناک ہے کہ اس صورت حال سے اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام و فروغ کی راہ میں رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے یہ ٹھیک ہے کہ آدمی بعض مسائل میں لچک کی گنجائش نہیں پاتا مگر" اپنے مسلک کے حق میں شرعی دلائل قائم کرنا اور بات ہے اور دوسروں کے خلاف انتشار آمیز بیانات اور اشتعال انگیز رکیک حملوں سے، امت مسلمہ کے رہے سہے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور بات ہے ۔ جس کی نہ اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ اس عمل اور اس کے ردعمل میں پیدا شدہ اثرات کو ہماری علاقائی اور بین الاقوامی صورت حال متحمل ہو سکتی ہے "۔

پس ہمیں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا ہے اپنی ذات، اپنی نسل، اپنی مملکت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کی مسلمہ قدروں کے تحفظ اور فروغ کی خاطر، ٹھنڈے دل سے اس صورت حال کی نزاکت کا احساس کرنا ہے ۔ کہ

" کیا ہم دست و گریبان ہونے والے مسلمان آخر کار دامن کفر میں پناہ لینے اور دنیائے کفر کا تر نوالہ بن جانے پر مجبور نہیں ہوئے اور

کیا اسلامی نظام کے علمبردار، باہمی خلفشار اور اکھاڑ پچھاڑ کے نتیجہ میں اپنی ساکھ اور خود مختاری گنوا کر بالآخر کافرانہ اور ملحدانہ نظام کے سامنے بے بس نہیں ہوئے "

اگر جواب اثبات میں ہے اور دمشق اور بغداد، قرطبہ اور اشبیلیہ، سمرقند و بخارا اور دہلی اور دنیائے عرب وغیرہ کے حالات کی روشنی میں یقیناً اثبات میں ہے تو ہمیں اپنی تاریخ کے سیاہ دور کو دہرانے کی بجائے اس سے عبرت حاصل کرنا ہے اور فرنگی

کی پیدا کردہ اور عہد غلامی کی رچی بسی غلط عادات کو ترک کرکے، ضد وحسد، تعصب اور دوسروں کی کردار کشی سے دامن بچاتے ہوئے، خلوص وخیر خواہی، ایثار ورواداری اور عزم وہمت سے کام لے کر نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کی غرض وغایت کی منزل مقصود کی طرف آگے بڑھنا ہے۔

آج ایک طرف عالم اسلام کے علاوہ دنیا کے وہ غیر مسلم افراد ہیں جو اسلام کے سنہری اصولوں اور وحدتِ نسلِ انسانی کے ہمہ گیر اسلامی ضابطوں سے رغبت تو رکھتے ہیں۔ مگر جب وہ اس دور کے بعض مسلمانوں کے کردار اور ان کے باہمی انتشار وافتراق کو دیکھتے ہیں تو بدک جاتے ہیں۔ اور اس طرح اسلام کی پیاسی اور متلاشی انسانیت کی راہ میں اسلام کے وہ نادان دوست خود سنگ راہ ہیں جو اپنے منفی کردار سے خود کو اور ساتھ ہی اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔

اور دوسری طرف دنیائے کفر کی بین الاقوامی ریشہ دوانیاں ہیں جو پوری امتِ مسلمہ کو پورے دین سے بیگانہ کر دینا چاہتی ہیں۔ وہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اسلام سے اور اسلام کو ہم سے اجنبی بنا دینا چاہتی ہیں اور اس طرح دنیائے کفر تو اسلام کے لہلہاتے گلشن کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کی مکروہ سازش میں مصروف ہے اور اس کے رکھوالے باہم متحد ہو کر دفاع کرنے کی بجائے نہ صرف منتشر ہیں بلکہ اپنی قوتیں اور صلاحیتیں باہم محاذ آرائی کی بھینٹ چڑھانے میں مصروف ہیں۔ اور یہ حقائق وحالات دین کے ہر خیر خواہ سے عموماً اور اس خیر خواہی میں سنجیدہ، روادار اور ذمہ دار اہل علم حضرات سے خصوصاً دردمندانہ اپیل کر رہے ہیں کہ

”دینی محنت صرف دو فیصد متنازعہ اور مختلف فیہا مسائل کے اپنے مخصوص دائرے میں اور مذکور طریق سے الجھے رہنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ دینی محنت کے لئے بقیہ اٹھانوے فیصد مسلّمہ اور متفق علیہا مسائل اور سنجیدہ طریق سے محنت کرنے کا وسیع میدان بھی موجود ہے“

جس محنت سے دینی قدروں کو تحفظ اور فروغ مل سکتا ہے۔ دینی قدروں کی قدر سے دین والوں کی قدر کو بھی فروغ مل سکتا ہے۔ اختلافات کی خلیج کم ہو سکتی ہے۔ اتحاد کی راہ کھل سکتی ہے اور حسن ظن کے سوتوں سے محبت کے چشمے پھوٹ سکتے ہیں۔ اگر پُرخلوص جذبہ، انتھک، منظم اور سنجیدہ محنت سے کام لیا جائے تو مسلمانوں کی ہر ممکن شیرازہ بندی کرنے اور انہیں اپنی اپنی قطار میں کھڑا رہنے کے باوجود انہیں شاہراہ اتحاد پر لا کھڑا کرنے میں مدد مل سکتی ہے اور امت مسلمہ، خالق کائنات اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤکد احکام ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا“ الآیۃ اور ”کل مؤمن اخوۃ“ الحدیث کی تعمیل میں سرخرو ہو کر دنیا اور آخرت کی سعادتیں اپنا مقدر بنا سکتی ہے۔ وھو الموفق

۱۶۔ فتاوی عالمگیری مترجم حامل المتن کی اشاعت بھی پاکستان کے قومی اتحاد کی کوشش کے مترادف ہے

(۱) مولینا کا کہنا ہے کہ جیسا کہ ذکر ہوا اس ملک کی عظیم اکثریت فقہ حنفی کی پیروی کی دعویدار ہے۔ مگر چونکہ علوم دینیہ یعنی قرآن وحدیث، ان کی تعبیرات اور تفصیلی تحقیقات یعنی فقہ کا سارا علمی سرمایہ عربی میں ہے تو احناف کے ہاں تو تعبیرات میں جھگڑوں کا یہ حل موجود ہے کہ قرآن وسنت کی جو تعبیرات اور تفصیلی تحقیقات فقہ حنفی میں موجود اور محفوظ ہیں ان کا محتاط ترجمہ قومی زبان اردو میں ہو۔ تاکہ قوم، اصلی حنفیت سے آگاہ ہو کر اصل اور نقل میں امتیاز کر سکے نیز آپ نے ذکر کیا کہ احناف کی معتمد ومستند تحقیقات پر مشتمل بعض علمی کتب کی اہمیت مسلمہ ہے مثلاً

تفاسیر میں سے حنفی تحقیقات کی حامل، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادیؒ م ۱۲۷۰ھ کی تالیف تفسیر روح المعانی جو تقریباً سابقہ تفسیری محنت کو سموئے ہوئے ہے۔

احادیث کی شروح میں سے علامہ بدرالدین علینی حنفیؒ کی تالیف، عمدۃ القاری شرح البخاری، جو فتح الباری شرح البخاری کو بھی سمو لینے کے علاوہ منفرد خوبیوں کی حامل ہے اور

فقہ میں احناف کی تحقیقات پر مشتمل احکام کا مجموعہ فتاوی عالمگیریؒ جو ہزار سالہ فقہی محنت کا نچوڑ اور ایک عظیم جماعت کی تدوین ہے۔

مولینا نے بتایا کہ پہلی دو کتب تو مل نہ سکیں البتہ برادر الحاج محمد صابر صاحب کی معرفت فتاوی عالمگیری فراہم ہوگیا۔ اسکی جامعیت، متانت اور حسن ترتیب کی بناپر، اس کی اشاعت عام کرنے کے لئے بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اگر یہ فتاوی آسان اردو زبان میں حامل المتن شائع ہو تو یہ نہ صرف حنفی فقہ کی خدمت ہوگی بلکہ پاکستان کی اکثریت یعنی جملہ احناف کو قرآن وسنت کی مستند تعبیرات اور معتمد تفصیلی احکام قومی زبان میں فراہم ہونے سے، سبھی احناف کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں بھی ممد ومعاون ہوگی اور یہ مشعل راہ، انہیں نشان راہ کا پتہ دیکر بالآخر شاہراہ اتحاد پر لاکھڑا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ مولینا کہتے ہیں کہ گو یہ مشورہ وقت کی ضرورت، وزنی اور مبنی بر حقیقت تھا۔ یہ تجویز میرے دل کی آواز تھی اور بلاشبہ فتاوی عالمگیری کا حامل المتن آسان اردو میں محتاط ترجمہ اس ملک کی عظیم اکثریت کے سبھی منصف مزاج اہل السنت والجماعت احناف کو شیر و شکر کرنے کا اہم ذریعہ ہے مگر اس کام کی اہمیت اور نزاکت اور اپنی اہلیت اور علمی فرومائیگی کے تصور سے کم ہمت نہ بندہ رہی تھی کہ بعض احباب کا اصرار یہاں تک بڑھ گیا کہ اگر آپ نے اس کا ترجمہ شروع نہ کیا تو بڑی ناشکری ہوگی۔ کاتب، پڑتال اور اشاعت کا آپ فکر نہ کریں۔ آپ صرف عربی متن سمیت آسان اردو میں ترجمہ کا مسودہ تیار کریں گے وغیرہ۔

(ب) مولینا نے بتایا کہ بالآخر جب کچھ ہمت بندھی تو آغاز کار سے پہلے احناف کے ہر مکتب فکر اور ہر مسلک کے کئی اہل علم سے یہ مشورہ لیا کہ حنفی تحقیقات کا نسبتاً زیادہ معتمد اور مستند مجموعہ کونسا ہے تاکہ اگر فتاوی عالمگیری سے بھی بہتر فقہ حنفی کا کوئی مجموعہ فراہم ہو تو اس پر محنت کی جائے۔ مگر جوابات میں جن کتب کا ذکر تھا ان میں سے بعض کی انفرادی اہمیت اور خصوصیت کے باوجود فی الجملہ فتاوی عالمگیری کی اہمیت مسلمہ تھی مثلاً

کراچی سے دارالعلوم کراچی کے مہتمم حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ فتاوی عالمگیری اسلامی ریاست کی قانونی ضرورت کے پیش نظر حنفی مسلک پر علماء کرامؒ کی ایک جماعت کی عظیم محنت سے مدوّن ہوا۔ یہ فتاوی نہ صرف اسلامی احکام کا مجموعہ ہے بلکہ اگر ہمارے جج صاحبان شرعی قانون کی مکمل حیثیت میں ہوں اور علم فقہ وفتوی کے ماہر ہوں تو بلاشبہ اب بھی فتاوی عالمگیری ہمارے قانون کے لئے کافی ہے

ملتان سے خیر المدارس کے مہتمم حضرت مولینا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ فتاوی عالمگیری میں حنفی فقہ کے مطابق اسلام کے مستند احکام جمع ہیں۔ حامل المتن اردو ترجمہ کے لئے اس کا انتخاب مناسب ہے

میانی شریف ضلع سرگودھا سے جامعہ شبیریہ کے مہتمم حضرت مولینا مفتی محمد سعید صاحبؒ نے فرمایا کہ فتاوی عالمگیری کی مقبولیت تو اظہر من الشمس ہے۔ حامل المتن سلیس اردو ترجمہ سے اس کی افادیت بھی عام ہوگی

لاہور سے دارالافتاء جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد سے حضرت مولینا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے فرمایا کہ فتاوی عالمگیری کے مسائل بہت

مفصل، نہایت موزوں اور اس کے ابواب کی ترتیب بہت عمدہ ہے۔

لاہور سے حضرت سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فرمایا کہ فتاوی عالمگیری فقہ حنفی کی نہایت جامع، مفید اور مستند تالیف ہے اور حامل المتن ترجمہ کی اسکیم سے ہمیں اتفاق ہے

نیز حضرت مولینا شاہ احمد نورانی صاحب اور حضرت مولینا عبدالستار نیازی صاحب نے اپنے بیانات میں فقہ حنفی کی سینکڑوں کتب میں سے اگر کسی مجموعہ فتاوی کے نفاذ کا مطالبہ کیا ہے تو انہوں نے فتاوی عالمگیری کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے جیساکہ آپ کے مذکورہ بیانات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں

اسی طرح مولینا غلام علی اکاڑوی صاحب اور جناب محمد اکبر ساقی صاحب اپنے معمول کے کسی دورہ میں جب ایک دفعہ سہگل آباد تشریف لائے تو غریب خانہ پر ملاقات میں منجملہ دیگر مذاکرات کے فرمایا کہ" فتاوی عالمگیری کے ترجمہ کی یہ محنت تدوین نظام مصطفٰے کا حصہ ہے"، نیز ملک کے علمار دین، مفتیان عظام اور زعمار کے علاوہ علوم جدیدہ کے ماہرین، قانون دان اور اہل دانش کے ہاں بھی اس فتاوی کی اہمیت مسلمہ ہے۔ ایک دفعہ سیشن جج منیر احمد مغل صاحب اُن دنوں سہگل آباد تشریف لائے جبکہ لاہور ہائی کورٹ میں رجسٹرار کی ذمہ داری سنبھالنے سے قبل آپ ضلع کچہری جہلم میں بطور سول جج متعین تھے تو فرمایا کہ کتب فتاوی میں سے مجھے فتاوی عالمگیری سے گہری عقیدت ہے۔ مگر چونکہ وہ عربی میں ہے۔ استفادہ میں مشکل آتی ہے آپ کے حامل المتن اردو ترجمہ سے یہ مشکل حل ہوگئی ہے اور میں ارادہ کر رہا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگلش میں کروں اور اس کے طریقِ کار کے متعلق آپ نے ایک منصوبہ کا ذکر بھی کیا، جس سے از حد مسرت ہوئی اس طرح جناب عبدالحکیم خان صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس، مفتی محمد ادریس صاحب سابق ایڈووکیٹ جنرل صوبہ سرحد اور محمد اشرف صاحب ایڈوکیٹ ہائی کورٹ لاہور وغیرہ نے بھی فتاوی عالمگیری کے متعلق حسن حسین تاثرات کا اظہار کیا ہے اور دیگر اہل علم جنہوں نے فتاوی عالمگیری کے انتخاب کو سراہا ہے۔ ان کی فہرست طویل ہے اور اہل علم کے ہاں فتاوی عالمگیری کی حیثیت مسلمہ ہونے کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱) اس لئے کہ فتاوی عالمگیری کوئی شخصی تالیف نہیں ہے بلکہ یہ فتاوی نامور ماہرینِ اسلام کی عظیم جماعت کی تدوین ہے

(۲) فتاوی عالمگیری میں مندرجہ اقوال محض علمی ذخیرہ ہی نہیں بلکہ اس میں مفتی بہ احکام درج ہیں۔

(۳) یہ فتاوی مختصر احکام یا مخصوص بحثوں پر ہی مشتمل نہیں بلکہ ایک ضخیم مجموعہ ہے اور ایک حد تک جامع ہے۔

(۴) اس کی مباحث۔ ابواب، فصول، ومما یتصل بذلک اور المتفرقات کے بموجب مسائل کے بیان کی ترتیب مثالی ہے

(۵) اس میں مندرجہ احکام شماریات کے نمبر قبول کرتے ہیں۔

(۶) اس مجموعہ میں درج احکام، مدونین کا اپنا اجتہاد نہیں بلکہ مدونین کی جماعت نے اِس فتاوی میں اسلاف کی تحقیقات کا ماحصل جمع کیا گیا ہے۔

(۷) اس فتاوی میں درج احکام کا مأخذ ان کتب کو بنایا گیا جو امت میں مقبول ہیں اور جملہ احکام کے ساتھ ماخذ کتب کا نام التزام سے درج کیا گیا ہے۔

اور فتاوی عالمگیری کی یہ غیر معمولی ترجیحات اس کی غیر معمولی اہمیت اور اس کی بین الاقوامی شہرت کا باعث ہیں۔ اس کی اس حیثیت کے متعلق کتاب "علمی شاہکار"، صـ۳۱ تا صـ۴۴ ملاحظہ ہو۔

(ج) مولینا نے بتایا کہ ان ترجیحات کی بنا پر ترجمہ کے لئے فتاوی عالمگیری کا انتخاب طے ہوگیا۔ تو پھر ترجمہ وشماریات اور اسکے

طریق کار کے متعلق مشورے لئے گئے اور ان کی روشنی میں منصوبہ کار اور منصوبہ کار کا طریق کار متعین ہوا اور اس میں طے تھا کہ ارکانِ اسلام میں عبادات خالصہ تو پہلے مرحلہ میں مسلسل آئیں کیونکہ یہ ہر مسلمان کی اہم ضرورت ہے۔ پھر بطور انتخاب وہ بحثیں پہلے آئیں جن کی ضرورت نسبتاً مقدم سمجھی جائے اور وہ بحثیں جن کی آجکل چنداں ضرورت نہیں پڑتی ان کا ترجمہ چھوڑ دیا جائے وغیرہ۔ نفس ترجمہ کے متعلق جہاں بہت سی آراء، اس کی افادیت اور اس کی ضرورت پر مشتمل تھیں۔ اہل علم میں سے دو کی رائے قدر مختلف بھی تھی۔ ایک صاحب کی طرف سے یہ بیان موصول ہوا کہ "آجکل یہ کام ناممکن ہے" اور دوسرے صاحب نے یہ رائے لکھ بھیجی کہ "ترجمہ سے کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا ہو جائے" تاہم دیگر آمدہ آراء کثیر و قوی تھیں لہٰذا انہیں کے مطابق مورخہ ۵ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۱۹۶۹ء بروز جمعۃ المبارک "مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیریہ" کی بنیاد رکھ کر حسب منصوبہ توکلاً علی اللہ کام شروع ہوا۔ تعارفی پمفلٹ اور تعارفی کتاب شائع ہونے کے بعد ابھی فتاوی کی ایک ہی جز باب الوضو شائع ہوئی تھی کہ محسوس ہوا کہ بعض محرکین حضرات نے تعاون سے قدم پیچھے رکھنا شروع کر دیا ہے مگر اب تو عام مذاکرات اور اشتہارات میں اعلان ہو چکا تھا اور "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے بموجب یہی ہو سکتا تھا کہ جو ہو سکے وہ کیا جائے البتہ نشر و اشاعت کے بعض معروف اداروں سے رابطہ قائم کیا کہ اصل کتاب تو پہلے بین الاقوامی ہے حامل المتن سلیس اردو میں پڑتال شدہ ترجمہ کا مسودہ ہم پیش کریں تو آپ شائع کر دیں کسی حق تالیف کا تقاضا نہیں ہو گا مگر بعض نے تو کلیۃً معذرت کی اور بعض کا جواب یہ تھا کہ دینی کتب کی نکاسی ایک مسئلہ ہے سرمایہ پابند ہو جاتا ہے خریدار نہیں ملتا اور اشاعت کی تعداد قلیل ہو تو کتاب مہنگی رہتی ہے اور پھر جو خریدار ملتا ہے وہ اتنی رعایت چاہتا ہے کہ کام جاری نہیں رہ سکتا۔ وغیرہ اس کی بجائے آپ سکولوں اور کالجوں کے لئے کوئی کتاب مثلاً گرامر کی کتاب لکھیں ہم تعاون کریں گے ان حالات میں چار و ناچار اشاعت کا کام بھی خود ہی اور اپنے ہی وسائل ملحوظ رکھکر سر انجام دینا پڑا۔

(د) مولینا نے بتایا کہ ایک دو جزیں شائع کرنے کے بعد کئی اہل علم تک وہ کتب تبصرہ کے لئے بھیجیں تو ازحد حوصلہ افزائی ہوئی۔ توقع سے زیادہ تعداد میں اور حسین انداز میں تبصرے موصول ہوئے جن میں سے بیالیس ۴۲ کے قریب تبصرے، تو اسی مرحلہ میں خلاصتہً شائع بھی کر دیئے گئے اور بعد میں تبصروں کی تعداد تو اڑھائی سو ۲۵۰ سے متجاوز ہو گئی۔ جن صاحب نے "ناممکن" فرمایا تعاجب ان کی خدمت میں کتب بھیجی گئیں تو فرمایا "اچھا؟" اور جن بزرگوار نے یہ لکھا تھا کہ "کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا ہو جائے"، ان کی خدمت میں بھی ایک دو جزیں بھیجی گئیں تو آپ نے ایک چٹھی عربی زبان میں بھیجی جس میں اظہار مسرت بھی تھا اور اچھی خاصی حوصلہ افزائی بھی مثلاً اس میں ایک عبارت یہ تھی "یا وقار الفضلاء والصلحاء کثر اللہ امثالکم فینا و نضر اللہ وجھک و نور قلبک فی الدنیا والعقبیٰ" اور لکھا کہ "بس ملاقات کو قلب ترستا ہے اس امر عظیم میں اللہ تعالیٰ باعظمت کامیابی مرحمت فرمائے"۔ بعد میں یہ بزرگوار غریب خانہ پر بھی تشریف لائے۔ اس طرح اختلاف رائے والے اصحاب کی دعائیں بھی شامل حال ہونے پر خصوصی مسرت ہوئی اور اتفاق رائے والے اکابرین کی دعائیں تو اس محنت کے لئے سرمایہ کار اور عظیم نعمت ہیں۔

کراچی سے شاہزادہ مرزا نظام الدین تیموری صدر کل پاکستان مغل ایسوسی ایشن کراچی پاکستان نے اپنے درج ذیل مصدقہ شجرہ نسب سمیت بعض مراسلے بھی ارسال کئے۔ چنانچہ آپ کا شجرہ نسب یہ ہے کہ شاہزادہ مرزا نظام الدین تیموری مدظلہ، بن شہزادہ مرزا آصف الدین رح بن شہزادہ قائم الدین رح، بن شہزادہ مرزا غیاث الدین رح برادر سراج الدین بہادر شاہ ظفر بادشاہ رح، بن شہزادہ شمس الدین برادر معین الدین اکبر شاہ ثانی شاہ دہلی رح بن جلال الدین علی گوہر شاہ شاہ عالم ثانی شاہ دہلی رح، بن عزیز الدین عالمگیر ثانی شاہ دہلی رح، بن معین الدین جہاندار شاہ

شاہِ دہلی، بن شاہ محمد معظم شاہ عالم اول شاہ دہلی، بن ابو المظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر شاہِ برصغیر پاک و ہند و افغانستان شاہزادہ مرزا نظام الدین تیموری ۱۹۸۳ء میں تقریباً چوراسی سال سے متجاوز معمر ہونے کے باوجود جوان ہمت، آزادی و حریت کے اسلامی جذبہ سے سرشار ایک درد مند بزرگ ہیں۔ آپ نے افغانستان میں روسی مداخلت پر انتہائی دکھ محسوس کیا اور اعلان جہاد پر استفتا اور جواب استفتا شائع کیا۔ آپ نے فتاوی عالمگیری کے حامل المتن ترجمہ کی اشاعت پر مندرجہ ذیل مفہوم پر مراسلت فرمائی "مغلوں کی شاندار تاریخ صحرائے گوبی یا تاشا منگولیا سے لیکر برصغیر تک پھیلی پڑی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں مغل سلاطین سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے منت سماجت کرکے بعض تجارتی مراعات حاصل کیں اور پھر دھوکہ اور فریب کی سیاست سے یہاں کی حکومت پر قبضہ کرلیا اس وقت سے مغل خاندان بالعموم خستہ حال ہی ہیں تاہم مغلوں نے اپنے عہد میں بعض کوتاہیوں کے باوجود جو حسین یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں سے دینی علوم کے شعبہ میں ایک انمٹ نقش فتاوی عالمگیری کی تالیف ہے جس کی تدوین پر برصغیر کیا، پورے عالم اسلام کے جمہور ممنون ہیں۔ مجھے اس کا حامل المتن، نمبروار احکام کے ساتھ اردو ترجمہ دیکھکر اتنی خوشی ہوئی کہ شوقِ ملاقات موجزن ہے"

مولٰینا نے بتایا کہ انہیں دنوں ابن ماجہ شریف کے شیخ مولٰینا عبدالشکور صاحب سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جبکہ آپ جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی میں تشریف فرما تھے اور ظاہری بینائی متاثر تھی ان کی خدمت میں حاضری پر فتاوی مترجم حامل المتن کے بعض حصے پیش کئے۔ آپ نے مدرسہ مذکورہ کے ایک مدرس، مولٰینا صاحب سے متن اور ترجمہ پڑھوایا پھر دوسری جگہ سے اور غالباً تیسری جگہ سے بھی پھر آپ اتنے خوش ہوئے کہ ازراہِ شفقت میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ الحمدللہ ترجمہ محتاط ہے"، اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں مشورہ یہ ہے کہ

"(ا) چونکہ دینی محنت کی چاشنی میں بسا اوقات اپنی صحت کا بھی خیال بھی نہیں رہتا لہٰذا سہتا بچتا کام کیجئے تاکہ جاری رہے۔

(ب) کتاب کے باہر انہیں حضرات کے نام لکھیئے جنہوں نے عربی فتاوی کی تالیف کی محنت کی اور مصارف اٹھائے البتہ کتاب کے اندر مترجم کا نام لکھیئے تاکہ مترجم کا کچھ تعارف ہوجائے۔

(ج) مشکلات آئیں گی علمی مشکلات اور وسائل کی مشکلات۔ مگر یقین رکھیئے کہ اللہ تعالےٰ کی مدد بھی آئے گی اور اللہ تعالےٰ کی مدد اپنے وقت پر آتی ہے"

حضرت شیخ صاحب کے یہ جملے سنہری ہدایات تھیں۔ پہلی دو ہدایات کی تعمیل تو زیر عمل رہی اور آپ کی تیسری ہدایت میں یہ ارشاد کہ "اللہ تعالےٰ کی مدد اپنے وقت پر آتی ہے"، کا مصداق تو اس محنت کے دوران بارہا مشاہدہ رہا جس پر اللہ تعالےٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اگرچہ یہ کام ہماری اہلیت سے بالا ہے، نازک ہے تیز رفتاری کا متحمل بھی نہیں ہے۔ فرصت بھی جُز وقتی ہے پھر بھی بحمداللہ جاری ہے اور اب تک اردو حامل المتن شائع شدہ احکام کی تفصیل کتاب علمی شاہکار کے صفحہ ۷۴، ۷۵ میں ملاحظہ ہو۔ والحمدللہ

(س) مولٰینا نے ذکر کیا فقہ کی محنت تھوڑی ہو یا زیادہ "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"، یعنی جس سے اللہ تعالےٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے فقہ یعنی دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں، کی رو سے خیر ہی خیر ہے۔ اس محنت میں کئی حضرات نے کسی نہ کسی صورت میں اپنے تعاون سے نوازا مثلاً راولپنڈی سے جناب حاجی سلطان محمود صاحب۔ جناب حاجی شیر محمد صاحب اور ان کے عزیزان جناب حاجی محمد ابراہیم قریشی صاحب (حال مدینہ منورہ)، جناب محمد اسحٰق صاحب، جناب مرزا محمد فیروز الدین صاحب مدرس، گوجرخان سے جناب عبدالرشید صاحب، سرکال سے جناب حاجی شیر محمد صاحب، غلام محبوب صاحب سہگل آباد سے راجہ عبدالغنی صاحب، صوبیدار محمد نواز صاحب، حافظ محمد صادق صاحب، سید نیاز حسین شاہ صاحب، جناب مرزا عبداللطیف صاحب، محمد شفیق صاحب، ملک محمد منیر نواز

صاحب اور جملہ محرکین، مشاورین، خریداری سے سرپرستی کنندگان اور محبین جنہوں نے اپنی اپنی حیثیت میں کسی بھی نوعیت کے تعاون سے نوازا ہیں ان سب کا ممنون ہوں اللہ تعالٰی انہیں جزائے خیر دے۔

نیز بعض بزرگ علمائے دین اور مفتی صاحبان نے اپنے بھرپور علمی تعاون سے نوازا، کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رح اپنی علالت کے باوجود رہنمائی نامہ لکھواتے رہے۔ گوجرانوالہ سے مفتی محمد خلیل صاحب رح مہتمم مدرسہ اشرف العلوم نے انتہائی قیمتی مشوروں سے نوازا۔ مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور، مفتی غلام فرید صاحب اور مولانا عبدالقیوم صاحب اکوڑہ خٹک، مفتی علی خان صاحب اور مولانا حافظ نور حسین صاحب فاضل مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، مولانا حافظ ریاض احمد اشرفی صاحب رح راولپنڈی، مولانا محمد عبدالخالق صاحب رح چوہڑ ہڑپال راولپنڈی، مولانا حافظ محمد سعید صاحب خلف الرشید مولانا محمد عبدالخالق صاحب، سید علی امام چنیوٹ، مولانا محمد عبدالخالق صاحب پتھرالوی مدظلہ کوہ نور ملز راولپنڈی، مولانا حافظ محمد نواز صاحب سہگل آباد فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا شمس الدین صاحب گوجرانوالہ، مولانا عبدالمعبود صاحب راولپنڈی اور پاکستان اور آزاد کشمیر کے کئی علماء اور مفتی صاحبان نے خصوصی سرپرستی فرمائی، مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسرور جنہوں نے سہگل آباد تشریف آوری کے دوران اپنی دعاؤں اور مشوروں سے نوازا اور مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا مفتی رشید احمد صاحب قادری نقشبندی مدظلہ بھی اپنے والد گرامی رح کی طرح دعاؤں اور حسین تعاون سے نواز کر ابرّ العبرّ سے ممنون فرماتے رہتے ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب رح میانی شریف نے تو اتنی شفقت فرمائی کہ ایک ایک مراسلہ میں تیس تیس سوالات کے جوابات سے بھی نوازا آپ کا مطالعہ اتنا وسیع اور فقہی جزئیات پر بصیرت اتنی گہری تھی کہ آپ کے جوابات فوری ہونے کے باوجود محققانہ ہوتے تھے اور ساتھ ہی شفقت اور حوصلہ افزائی سے معمور بھی۔ مثلاً فدوی بعض اوقات مفتی صاحبان کی سہولت کی خاطر سوالات کے ساتھ، ان کے جوابات میں بعض معاونِ دستیاب حوالہ جات بھی درج کر دیتا تھا تو اس پر مفتی صاحب رح نے ایک خط میں یوں لکھا کہ "بعض مراسلوں اور استفسارات کے موقع پر تعجب ہوتا ہے کہ اتنی مصروفیت کے باوجود مولانا کو اتنا وقت کس طرح مل جاتا ہے کہ وہ خود اتنا مواد ارسال کر دیتے ہیں کہ جواب لکھنے میں بہت ہی کم کوئی کتاب دیکھنا پڑتی ہے"، یہ آپ کی مشفقانہ حوصلہ افزائی تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء اللہ صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ شبیریہ سعیدیہ میانی نے حضرت مفتی صاحب رح کا آخری خط مجھے ارسال فرماتے ہوئے لکھا کہ "یہ خط مفتی صاحب کے کاغذات سے ملا جو بنام مولانا محمد صادق سہگل آباد ضلع جہلم لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا ارسال ہے۔ اس خط میں مفتی صاحب نے پُرخلوص دعائیں لکھیں اور اس میں آخری فقرے یوں تحریر فرمائے۔

"سب کو میری طرف سے بعد السلام المسنون مضمون واحد، اللہ تعالٰی سب کو فائز المرام الی المدام وفی کل المقام خیر الدارین نصیب فرمائے اور شرعی نظام کے نفاذ کے لیے سعی کرنے کی توفیق بخشے اور اس کو ذریعہ نجات بنائے وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی از ممنون دم ہوں احقر دعاگو محمد سعید عفی عنہ میانی ضلع سرگودھا"

قارئین کرام: بس ہم اسی پر حضرت مولانا ابوالسعید محمد صادق مغل مدظلہ بن حافظ نور حسین رح کا سوانحی خاکہ ختم کرتے ہیں اور جملہ اہل علم، معاونین اور محبین کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی سبھی کو جزائے خیر دے اور اس دینی محنت کو قبول فرما کر ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ ثم آمین۔

از (الحاج) محمد جمیل خان عفی عنہ رکن "مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ" سہگل آباد ضلع جہلم پاکستان